

اعتماد الاحباب فی الجھیل والمصطفیٰ والال واصحاب

۱۲۹۸ھ

احباب کا اعتماد، جھیل (اللہ تعالیٰ)؛ مصطفیٰ ﷺ

آپ کی آل اور اصحاب کے بارے میں

تصنیف لطیفہ

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا



ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت بیت ورک

www.alahazratnetwork.org

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

اعتقاد الاحباب فی الجمیل المصطفیٰ الاولیٰ الاصحاب

(اجباب کا اعتقاد جمیل (اللہ تعالیٰ) مصطفیٰ ﷺ آپ کی آل اور اصحاب کے بارے میں)

عقیدہ اولیٰ — ذات و صفات باری تعالیٰ

حضرت حق سبحانہ و تبارک و تعالیٰ شانہ واحد ہے (اپنی ربوبیت والوہیت میں۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ یکتا ہے اپنے افعال میں۔ مصنوعات کو تنہا اسی نے بنایا۔ وہ اکیلا ہے اپنی ذات میں۔ کوئی اس کا قسیم نہیں۔ بیگانہ ہے اپنی صفات میں۔ کوئی اس کا شبلیہ نہیں۔ ذات و صفات میں یکتا و واحد مگر نہ عدد سے (کہ شمار و گنتی میں آ سکے اور کوئی اس کا ہم ثانی و جنس کہلا سکے تو اللہ کے ساتھ، اس کی

لے عرض مرتب : امام اہلسنت امام احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ "اعتقاد الاحباب" کی زیارت و مطالعہ سے یہ فقیر حبيب پہلی بار حال ہی میں شرفیاب ہوا تو متعاً خیال آیا کہ بتوفیقہ تعالیٰ اسے نئی ترتیب اور اجمالی تفصیل کے ساتھ عامۃ الناس تک پہنچایا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے عوام بھی فیض پائیں۔ نصرت الہی کے بھروسہ پر قدم اٹھایا اور بغیضات اساتذہ کرام نہایت (باقی بر صفحہ آئندہ)

ذات و صفات میں، شریک کا وجود، محض وہم انسانی کی ایک اختراع و ایجاد ہے) خالق ہے (ہر شے کا) ذوات ہوں خواہ افعال سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں) نہ علت سے (اس کے افعال نہ علت و سبب کے محتاج، نہ اس کے فعل کے لئے کوئی غرض، کہ غرض اس فائدہ کو کہتے ہیں جو فاعل کی طرف رجوع کرے اور نہ اس کے افعال کے لئے غایت، کہ غایت کا حاصل بھی وہی غرض ہے) فعال ہے (ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا) نہ جوارح (و آلات) سے (جب کہ انسان اپنے ہر کام میں اپنے جوارح یعنی اعضائے بدن کا محتاج ہے۔ مثلاً علم کے لئے دل و دماغ کا۔ دیکھنے اور سُننے کے لئے آنکھ، کان کا۔ لیکن خداوند قدوس کہ ہر پست سے پست آواز کو سُنتا اور ہر باریک سے باریک کو کہ خور و دین سے محسوس نہ ہو دیکھتا ہے۔ مگر کان آنکھ سے اس کا سُنا دیکھنا اور زبان سے کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں۔ اور جسم و جسمانیت سے وہ پاک) قریب ہے (اپنے کمالِ قدرت و علم و رحمت سے) نہ (کہ) مسافت سے (کہ اس کا قرب ماپ و پیمائش میں سما سکے) ملک (و سلطان و شہنشاہ زمین و آسمان) ہے مگر بے وزیر (جیسا کہ سلاطین دُنیا کے وزیر باتدبیر ہوتے ہیں کہ اس کے امورِ سلطنت میں اس کا بوجھ اٹھاتے اور باتھبتاتے ہیں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قلیل مدت میں اپنی مصروفیات کے باوجود کامیابی سے سرفراز ہوا۔

میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا، اس کا فیصلہ آپ کریں گے، اور میری کوتاہ فہمی و قصور علمی آپ کے خیال مبارک میں آئے تو اس سے اس بیچداں کو مطلع فرمائیں گے۔

اور اس حقیقت کے اظہار میں یہ فقیر فخر محسوس کرتا ہے کہ اس رسالہ مبارک میں حاشیہ بین السطور اور تشریح مطالب (جو اصل عبارت سے جدا، قوسین میں محدود ہے۔ اور اصل عبارت خط کشیدہ) جو کچھ پائیں گے وہ اکثر و بیشتر مقامات پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ ہی کے کتب و رسائل اور حضرت استاذیٰ استاذ العلماء صدر الشریعہ مولانا شاہ امجد علی قادری برکاتی رضوی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب ”بہارِ شریعت“ سے ماخوذ ملتقط ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کو ام اس فقیر کو اپنی دُعا سے خیر میں یاد فرماتے رہیں گے کہ سفرِ آخرت درپیش ہے اور یہ فقیر خالی ہاتھ، خالی دامن، بس ایک آنہیں کا سہارا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہی بگڑی بنائیں گے ورنہ ہم نے تو کمائی سب عیبوں میں گنوائی ہے۔ والسلام

العبد محمد خلیل خاں قادری البرکاتی المارہری عفی عنہ

والی (ہے)۔ مالک و حاکم علی الاطلاق ہے۔ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے مگر) بے مشیر (نکوئی اس کو مشورہ دینے والا۔ نہ وہ کسی کے مشورہ کا محتاج۔ نہ کوئی اس کے ارادے سے اسے باز رکھنے والا۔ ولایت، ملکیت، مالکیت، حاکمیت کے سارے اختیارات اسی کو حاصل۔ کسی کو کسی حیثیت سے بھی اس ذات پاک پر دسترس نہیں۔ ملک و حکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اُس کے تحت ملک و حکومت ہیں۔ اور اس کی مالکیت و سلطنت دائمی ہے جسے زوال نہیں) حیات و کلام و سمیع و بصیر و ارادہ و قدرت و علم (کہ اس کے صفات ذاتیہ ہیں اور ان کے علاوہ ملکون و مخلوق و رزاقیت یعنی مارنا، چلانا، صحت دینا، بیمار کرنا، غنی کرنا، فقیر کرنا، ساری کائنات کی ترتیب فرمانا اور ہر چیز کو بہت درجے اس کی فطرت کے مطابق کمال مقدار تک پہنچانا، انھیں ان کے مناسب احوال روزی رزق مہیا کرنا) وغیرہ (صفات جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور جنہیں صفات اضافیہ اور صفات فعلیہ بھی کہتے ہیں اور جنہیں صفات تخلیق و ملکون کی تفصیل سمجھنا چاہیے۔ اور صفات سلبیہ یعنی وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات منزہ اور میرا ہے مثلاً وہ جاہل نہیں عاجز نہیں، بے اختیار و بے بس نہیں۔ کسی کے ساتھ متحد نہیں جیسا کہ برف پانی میں گھل کر ایک ہو جاتا ہے۔ غرض وہ اپنی صفات ذاتیہ، صفات اضافیہ اور صفات سلبیہ) تمام صفات کمال سے ازل ابد اوصوف (ہے۔ اور جس طرح اس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں اور ذات و صفات باری تعالیٰ کے سوا سب چیزیں حادث و نوپید، یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔ صفات الہی کو جو مخلوق کے یا حادث بتائے گمراہ بے دین ہے۔ اس کی ذات و صفات) تمام شیون (تمام نقائص تمام کوتاہیوں سے) و شین و عیب (ہر قسم کے نقص و نقصان) سے اولاً و آخراً بری (کہ جب وہ مجتمع ہے تمام صفات کمال کا۔ جامع ہے ہر کمال و خوبی کا، تو کسی عیب کسی نقص کو گھسیٹتی ہی کا اس میں ہونا محال۔ بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو نہ نقصان وہ بھی اس کے لئے محال)۔

ذات پاک اس کی بند و ضد (نظیر و مقابل) شبیہ و مثل (مشابہ و مماثل) کیف و کم (کیفیت و مقدار) شکل و جسم و جہت و مکان و امد (غایت و انتہا اور) زمان سے منزہ (جب عقیدہ یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ قدیم ازلی ابدی ہے اور اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ان تمام چیزوں سے جو حادث ہیں یا جن میں مکانیت ہے یعنی ایک جگہ سے دوسری طرف نقل و حرکت یا ان میں کسی قسم کا تغیر پایا جاتا، یا اس کے اوصاف کا متغیر ہونا، یا اس کے اوصاف کا مخلوق کے اوصاف کے مانند ہونا۔ یہ تمام امور اس کے لئے

محال ہیں، یا یوں کہئے کہ ذاتِ باری تعالیٰ ان تمام حوادث و حوائج سے پاک ہے جو خاصۃً بشریت میں) نہ والد ہے نہ مولود (نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا، کیونکہ کوئی اس کا مجانس و ہم جنس نہیں، اور چونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث و مخلوق کی شان) نہ کوئی شے اس کے جوڑ کی (یعنی کوئی اس کا ہمتا کوئی اس کا عدیل نہیں۔ مثل و نظیر و شبیہ سے پاک ہے اور اپنی ربوبیت والوہیت میں صفاتِ عظمت و کمال کے ساتھ موصوف)۔

اور جس طرح ذاتِ کریم اس کی، مناسبتِ ذوات سے میرا اسی طرح صفاتِ کمالیہ اس کی، مشابہتِ صفات سے معرّا (اس کا ہر کمال عظیم اور ہر صفت عالی۔ کوئی مخلوق کیسی ہی اشرف و اعلیٰ ہو اس کی شریک کسی حیثیت سے کسی درجہ میں نہیں ہو سکتی)

مسلمان پر لا الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو احد، صمد، لا شریک لہ جاننا فرضِ اول و مدارِ ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں کہ لا الہ الا اللہ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) نہ صفات میں کہ لیس کمثلہ شئی اس جیسا کوئی نہیں، نہ اسماء میں کہ ہل تعلم لہ سمیتاً کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو؟ نہ احکام میں کہ ولا یشرک فی حکمہ احدًا اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا، نہ افعال میں کہ ہل من خالق غیر اللہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے، نہ سلطنت میں کہ ولو یکن لہ شریک فی الملک اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں یونہی اس کی صفات بھی صفاتِ مخلوق کے مماثل نہیں۔

اور یہ جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر دیکھا جاتا ہے جیسے علیم، حکیم، کریم، سمیع، بصیر اور ان جیسے اور، تو یہ محض لفظی موافقت ہے نہ کہ معنوی شرکت۔ اس میں حقیقی معنی میں کوئی مشابہت نہیں و لہذا مثلاً) اوروں کے علم و قدرت کو اس کے علم و قدرت سے (محض لفظی یعنی فقط ع، ل، م، ق، د، رت میں مشابہت ہے) نہ کہ شرکت معنوی) اس (صوری و لفظی موافقت) سے آگے (قدم بڑھے تو) اس کی تعالیٰ و کبر (برتری و کبریا) کا سرا پرہ کسی کو

۱۵ القرآن الکریم ۱۹/۶۵

۵۳ ۳۵/۳

۱۵ القرآن الکریم ۳۲/۱۱

۵۳ ۱۸/۲۶

۵۵ ۲۵/۲

بار نہیں دیتا) اور کوئی اس کی شاہی بارگاہ کے ارد گرد بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پرندہ و ہاں پر نہیں مار سکتا۔ کوئی اس میں دخل انداز نہیں) تمام عزتیں اس کے حضور پست (فرشتے ہوں یا جن یا انسان یا اور کوئی مخلوق، کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں، سب اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ اور زبانِ خال و قال سے اپنی پستیوں، اپنی احتیاجوں کے معترف اور اس کے حضور سائل، اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے ہوئے، اور ساری مخلوقات چاہے وہ زمینی ہو یا آسمانی اپنی اپنی حاجتیں اور مرادیں اسی حق تعالیٰ سے طلب کرتی ہیں) اور سب بستیاں اس کے آگے نیست (نہ کوئی ہستی ہستی، نہ کوئی وجود وجود) کل شیء ہالک الا وجهہ (بقا صرف اس کی وجہِ کریم کے لئے ہے باقی سب کے لئے فنا، باقی باقی باقی فانی) وجود واحد (اسی حق و قیوم ازلی ابدی کا) موجود واحد (وہی ایک حق و قیوم ازلی ابدی) باقی سب اعتبارات ہیں (اعتبار کیجئے تو موجود و نہ محض معدوم) ذرات اکوان (یعنی موجودات کے ذرہ ذرہ) کو اس کی ذات سے ایک نسبت مجملۃ الکلیف ہے (نامعلوم الکلیفیت) جس کے لحاظ سے من و تو (ما و شما دین و آل) کو موجود و کائن کہا جاتا (اور ہست و بود سے تعبیر کیا جاتا) ہے۔ (اگر اس نسبت کا قدم در میان سے اٹھالیں۔ ہست نیست اور بود، نابود ہو جائے۔ کسی ذرہ موجود کا وجود نہ رہے کہ اس پر ہستی کا اطلاق روا ہو) اور اس کے آفتاب وجود کا ایک پرتو (ایک ظل، ایک عکس، ایک شعاع) ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ نگاہِ ظاہر میں جلوہ آرائیاں کر رہا ہے (اور اس تماشا گاہِ عالم کے ذرہ ذرہ سے اس کی قدرتِ کاملہ کے جلوے ہو رہے ہیں) اگر اس نسبت و پرتو سے (کہ ہر ذرہ کون و مکان کو اس آفتاب وجود حقیقی سے حاصل ہے) قطع نظر کی جائے (اور ایک لمحہ کو اس سے نگاہ ہٹالی جائے) تو عالم ایک خواب پریشان کا نام رہ جائے۔ ہو کا میدان عدم بخت کی طرح سنسان (محض معدوم و یکسر ویران، تو مرتبہ وجود میں صرف ایک ذات حق ہے باقی سب اسی کے پرتو وجود سے موجود ہیں۔ مرتبہ کون میں نور ابدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے۔ اس نسبت فیضان کا قدم در میان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہو جائے کہ اسی نور کے متعدد پرتوؤں نے بے شمار نام پائے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ واحد حقیقی ہے۔ تغیر و اختلاف کو اصلاً اس کے سر پر وہ عزت کے گردبار نہیں۔ پر ملاحظہ کے تعدد سے یہ مختلف صورتیں، بے شمار نام، بے حساب آثار پیدا ہیں۔ نور احدیت کی تابش غیر محدود ہے۔ اور چشمِ جسم و چشمِ عقل دونوں وہاں تابینا ہیں۔ اور اس سے زیادہ بیان

سے باہر، عقل سے ورار ہے)

موجود واحد ہے نہ وہ واحد چند (البعاض و اجزاء) سے مل کر مرکب ہوا (اور شے واحد کا نام اس پر روا ٹھہرا) نہ وہ واحد چند کی طرف تحلیل پائے (جیسا کہ انسان واحد یا شے واحد کہ گوشت پوست خون و استخوان وغیرہ اجزاء و البعاض سے ترکیب پا کر مرکب ہوا اور ایک کہلایا۔ اور اس کی تحلیل و تجزیہ و تجزیہ، انہیں اعضاء و اجزاء و البعاض کی طرف ہوگا جن سے اس نے ترکیب پائی اور مرکب کہلایا، کہ یہی جسم کی شان ہے۔ اور ذات باری تعالیٰ عزّ شانہ، جسم و جہانیات سے پاک و منزہ ہے) نہ وہ واحد جو بہرہمت حلول عینیت (کہ اس کی ذات قدسی صفات پر یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ کسی چیز میں حلول کئے ہوئے یا اس میں سمائی ہوئی ہے یا کوئی چیز اس کی ذات احدیت میں حلول کئے ہوئے اور اس میں پیوست ہے اور یوں معاذ اللہ وہ) اوج وحدت (وحدانیت و یکتائی کی رفعتوں) سے حقیض اثنیتیت (دوئی اور اشتراک کی پستیوں) میں اتر آئے۔ هو ولا موجود الا هو آیت کریمہ سبحانہ و تعالیٰ عنا یشرکون (پاک اور برتری ہے آں شرکیوں سے) جس طرح شرک فی الالوہیت کو رد کرتی ہے (اور بتاتی ہے کہ خداوند قدوس کی خدائی اور اس معبود برحق کی الوہیت و ربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ هو الذی فی السماء الہ و فی الارض الہ و ہی آسمان والوں کا خدا اور وہی مین والوں کا خدا۔ تو نفس الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک کیا ہوتا، اس کی صفات کمال میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں، لیس کعشہ شحہ اس جیسا کوئی نہیں)

یونہی (یہ آیت کریمہ) اشتراک فی الوجود کی نفی فرماتی ہے (تو اس کی ذات بھی منزہ اور اس کی تمام صفات کمال بھی مبرا ان تمام نالاتی امور سے جو اہل شرک و جاہلیت اس کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ وجود اسی ذات برحق کے لئے ہے، باقی سب ظلال و پرتو سے

غیر شغیر در جہاں نہ گزاشت

لاحبرم عین جملہ معنی شد

(اور وحدت الوجود کے جتنے معنی اور جس قدر مفہیم عقل میں آسکتے ہیں وہ یہی ہیں کہ وجود واحد، موجود واحد۔ باقی سب اسی کے مظاہر اور آئینے کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود ہستی سے بہرہ نہیں

رکھتے۔ اور حاش ثم حاش یہ معنی ہرگز نہیں کہ من و تو، ما و شما، این و آن، ہر شے خدا ہے۔ یہ اہل اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے۔ اور پہلی بات مذہب ہے اہل توحید کا، کہ اہل اسلام وہ صاحب ایمان حقیقی ہیں)

عقیدہ ثانیہ — سب سے اعلیٰ، سب سے اولیٰ

بائیں ہمہ (کہ اُس کی ذاتِ کریم دوسری ذوات کی مناسبت سے معرّی ہے اور اس کی صفاتِ عالیہ اوروں کی صفات کی مشابہت سے میرا) اس نے اپنی حکمتِ کاملہ (ورعتِ شاملہ) کے مطابق عالم (یعنی ماسوی اللہ) کو جس طرح وہ (اپنے علمِ قدیم ازلی سے) جانتا ہے۔ ایجاد فرمایا (تمام کائنات کو خلعت وجود بخشا۔ اپنے بندوں کو پیدا فرمایا انھیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ عطا فرمائے اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام فرمایا۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جو ہر معنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ پھر لاکھوں باتیں ہیں جن کا عقل اور اک نہیں کر سکتی تھی۔ لہذا انبیاء بھیج کر کتابیں اتار کر، ذرا ذرا سی بات بتادی۔ اور کسی کو عذر کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی) اور مکلفین کو (جو تکلیف شرعی کے اہل، امر و نہی کے خطاب کے قابل، بالغ عاقل ہیں) اپنے فضل و عدل سے دو فرقے کر دیا، خیرین فی الجنة (ایک جنتی و ناجی، جس نے حق قبول کیا) و فریق فی السعیر (دوسرا جہنمی و ہالک، جس نے قبولِ حق سے جی چرایا) اور جس طرح پر تو وجود (موجود حقیقی جل جلالہ) سے سب نے بہرہ پایا (اور اسی اعتبار سے وہ ہست و موجود کہلایا) اسی طرح فریقِ جنت کو اس کے صفاتِ کمالیہ سے نصیبِ جنت ملا (دنیا و آخرت میں اس کے لئے فوز و فلاح کے دروازے کھلے اور علم و فضل خاص کی دولتوں سے اُس کے دامن بھرے) دبستان (مدرسہ) علمک مالک تک تعلم (اور دارالعلوم علم الانسان مالک یعلم) میں تعلیم فرمایا (کہ جو کچھ وہ نہ جانتا تھا اُسے سکھایا پھر) و کان فضل اللہ علیک عظیماً نے اور رنگ آمیزیاں کیں (کہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم اس پر جلوہ گستر رہا۔ مولائے کریم نے گوناگوں نعمتوں سے اسے نوازا۔ بے شمار فضائل و محاسن سے اسے سنوارا۔ قلب و قالب، جسم و جاں، ظاہر و باطن کو رذائل اور خصائلِ قبیحہ مذمومہ سے پاک صاف اور محامد و اخلاقِ حسنہ سے اسے آراستہ و

۱۱۳/۴ القرآن الکریم ۴/۲۲

۱۱۳/۴ " ۵/۹۶

۱۱۳/۴ القرآن الکریم ۴/۲۲

۱۱۳/۴ " ۱۱۳/۴

۱۱۳/۴ " ۱۱۳/۴

پیراستہ کیا۔ اور قُربِ خداوندی کی راہوں پر اُسے ڈالی دیا (اور یہ سب تصدق (صدقہ و طفیل) ایک ذات جامع البرکات کا محتاج ہے اپنا محبوب خاص فرمایا۔) مرتبہ محبوبیت کُبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق حتیٰ کہ نبی و مرسل و ملک مقرب جو یائے رضائے الہی ہے اور وہ ان کی رضا کا طالب)

مرکز دائرہ (کُن) و دائرہ مرکز کاف و نون بنایا اپنی خلافت کاملہ کا خلعت رفیع المنزلت اُس کے قامتِ موزوں پر سجایا کہ تمام افراد کائنات اس کے ظلِ ظلیل (سایہ مدد و درافت) اور ذیلِ جلیل (دامن معذور رحمت) میں آرام کرتے ہیں۔ اعظم مقربین (کہ اُس کی بارگاہ عالی جاہ میں قربِ خاص سے مشرف ہیں) (ان کو) بھی جب تک اس مامنِ جہاں (پناہ گاہ کون و مکان) سے توسل نہ کریں (انہیں اس کی جناب والائیں وسیلہ نہ بنائیں) بادشاہ (حقیقی عزتِ اسمہ و جل مجدہ) تک پہنچنا ممکن نہیں کُنیاں، خزانِ علم و قدرت، تدبیر و تصرف کی اس کے ہاتھ میں رکھیں۔ عظمت والوں کو مرپے (چاند کے ٹکڑے، روشن تارے) اور اس کو اس نے آفتابِ عالم تاب کیا کہ اس سے اقباسِ انوار کریں (عرفان و معرفت کی روشنیوں سے اپنے دامن بھریں) اور اس کے حضور انا زبان پر (اور اپنے فضائلِ محاسن، ان کے مقابل، شمار میں) نہ لائیں اس (محبوبِ اجل و اعلیٰ) کے سرا پر دہ عزت و احب لال کو وہ عزت و رفعت بخشی کہ عرشِ عظیم جیسے ہزاراں ہزار اس میں یوں گم ہو جائیں جیسے بیدائے ناپید اکسار (وسیع و عریض بیابان، جس کا نہ نظر نہ آئے اس) میں ایک شلنگِ ذرہ کم مقدار (کہ حق و دق صحرا میں اس کی اُڑان کی کیا وقت اور کیا قدر و منزلت)

علم وہ وسیع و غزیر (کثیر در کثیر) عطا فرمایا کہ علومِ اولین و آخرین اس کے بحرِ علوم کی نہریں، یا جوششِ فیوض کے چھینے قرار پائے (شرق تا مغرب، عرش تا فرش انہیں دکھایا، ملکوت السموات والارض کا شاہد بنایا۔ روزِ اول سے روزِ آخر تک کا سب ماکان و مایکون انہیں بتایا) ازل سے اب تک تمام غیب و شہادت (غائب و حاضر) پر اطلاع تام (و آگاہی تمام انہیں) حاصل، الاما شاء اللہ (اور ہنوز ان کے احاطہ علم میں وہ ہزار در ہزار، بے حد و بے کنار سمندر لہر رہے ہیں جن کی حقیقت وہ جانیں یا اُن کا عطا کرنے والا اُن کا مالک و مولیٰ جل و علا) (بصر و نظر) وہ محیط (اور اس کا احاطہ اتنا بسیط) کہ ششِ جہت (پس و پیش، چپ و راست، زیر و بالا) اس کے حضور (ان کی نگاہوں کے رُوبرو) ایسے ہیں جیسے) جہتِ مقابل (کہ بصارت کو ان پر اطلاع تام حاصل) دنیا کے سامنے اٹھالی کہ تمام کائنات تا بروزِ قیامت، اُن و احد میں کُششِ نظر (تو وہ دُنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو، اور ایمانی نگاہوں میں زیرِ قدر الہی

پر دشوار نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار) سمجھ والہ کے نزدیک پانچ سو برس راہ کی صدا، جیسے کان پڑی آواز ہے۔ اور (بعطاءے قادر مطلق) قدرت (واختیارات) کا تو کیا پوچھنا، کہ قدرت قدیر علی الاطلاق جل جلالہ کی نمونہ و آئینہ ہے۔ عالم علوی و سفلی (اقطار و اطراف زمین و آسمان) میں اس کا حکم جاری۔ فرمانروائی کن کو اس کی زباں کی پاسداری۔ مردہ کو قسم کہیں (کہ حکم الہی کھڑا ہو جا تو وہ) زندہ۔ اور چاند کو اشارہ کریں (تو) فوراً دوپارہ ہو۔ جو (یہ) چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ منشور خلافت مطلقہ (تاتمہ، عاقبہ، شاملہ، کاملہ) و تقویٰ تام (کا فرمان شاہی) ان کے نام نامی (اسم گرامی) پر پڑھا گیا۔ اور سکھ و خطبہ ان کا ملا و ادنیٰ سے عالم بالا تک جاری ہوا۔ (تو وہ اللہ عز و جل کے نائب مطلق ہیں اور تمام ماسوی اللہ، تمام عالم ان کے تحت، تصرف ان کے زیر اختیار، ان کے سپرد کہ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں اور جس سے جو چاہیں واپس لیں) تمام جہان میں کوئی ان کا پھیرنے والا نہیں، اور ہاں کوئی کیونکر ان کا حکم پھیر سکے کہ حکم الہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔ تمام جہان ان کا محکوم اور تمام آدمیوں کے وہ مالک، جو انھیں اپنا مالک نہ جانے عبادت سنت سے محروم۔ ملکوت السموات والارض ان کے زیر فرمان، تمام زمین ان کی ملک اور تمام جنت ان کی جاگیر۔ دنیا و دیں میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہ عرش اشتباہ سے ملتا ہے (جنت و نار کی گنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت حضور ہی کی عطا کا ایک حقہ ہے۔

فان من جودك الدنيا وضرتها

(بے شک دنیا و آخرت آپ کے جود و سخا سے ہے)

تو تمام ماسوی اللہ نے جو نعمت، دنیاوی و اخروی، جسمانی یا روحانی، چھوٹی یا بڑی پائی انھیں کے دست عطا سے پائی۔ انھیں کے کرم، انھیں کے طفیل، انھیں کے واسطے سے ملی۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھوں ملتا ہے اور ابد الابد تک ملتا رہے گا جس طرح دین و ملت، اسلام و سنت، صلاح و عبادت، زہد و طہارت اور علم و معرفت ساری دینی نعمتیں ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ یونہی مال و دولت، شفا و صحت، عزت و رفعت اور فرزند و عشرت یہ سب دنیاوی نعمتیں بھی انھیں کے دست اقدس سے ملی ہیں۔

قال الرضا،

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
عاشا غلط غلط، یہ ہو س بے بصر کی ہے

وقال الفقير،

بے اُن کے تو شل کے، مانگے بھی نہیں ملتا
بے اُن کے توسط کے، پریش ہے نہ ششوائی (

وہ بالا دست حاکم کہ تمام ماسوی اللہ ان کا محکوم اور ان کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں۔ (ملکوت السموات والارض میں ان کا حکم جاری ہے۔ تمام مخلوق الہی کو ان کے لئے حکم اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ وہ خدا کے ہیں، اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا، تیرا

جو سر ہے اُن کی طرف جھکا ہوا، اور جو ہاتھ ہے وہ ان کی طرف پھیلا ہوا)

سب اُن کے محتاج اور وہ خدا کے محتاج (وہی بارگاہ الہی کے وارث ہیں اور تمام عالم کو انہیں کی وساطت سے ملتا ہے) قرآن عظیم ان کی مدح و ستائش کا دفتر (اور) نام ان کا ہر جگہ نام الہی کے برابر ہے

(و دفعنا لك ذكرك كما ہے سایہ تجھ پر
ذکر اونچا ہے ترا، بول ہے بالاتیرا

احکام تشریعیہ، شریعت کے فرامین، اوامر و نواہی سب ان کے قبضہ میں، سب ان کے سپرد، جس بات میں جو چاہیں اپنی طرف سے فرمادیں، وہی شریعت ہے۔ جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں، اور جس کے لئے جو چاہیں حلال کر دیں، اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں، وہی شرع ہے۔ غرض وہ کارخانہ الہی کے محنت برنگل ہیں، اور خسرانِ عالم اس کے دستِ نگر و محتاج۔

۱۷	لے حدائق بخشش	حاضری بارگاہ ہمیں جائے	حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی	ص ۹۴
۱۸	۷۷	وصل اول درعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۷۷	ص ۲
۱۹	۷۸	وصل چہارم در منافعت اعداء الخ	۷۸	ص ۹

(وہ کون؟) اَعْنَى سَيِّد الْمُرْسَلِينَ (رہبر و مہمبراں)، خَاتَمُ النَّبِيِّينَ (خاتم پیغمبروں)،
 رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ (رحمت ہر دو جہاں)، شَفِيعُ الْمَذْنُبِينَ (شافع خطاکاراں)، قَائِدُ الْغُرَرِ
 الْمُحِبِّينَ (ہادی نوریاں و روشن جہاں)، سَيِّدُ الْمَكْنُونِ (رب العزت کا راز سر لستہ)،
 دُرَّةُ اللَّهِ الْمُخْزُونِ (خزانہ الہی کا موتی، قیمتی و پوشیدہ)، سرورِ الْقَلْبِ الْمُحْزُونِ (ٹوٹے دلوں کا
 سہارا)، عَالِمُ مَآكِنَ وَمَآسِيكُنَ (ماضی و مستقبل کا واقف کار)، تَاجُ الْاِتْقِيَاءِ (نیکو کاروں کے سر کا تاج)،
 نَبِيُّ الْاَنْبِيَاءِ (تمام نبیوں کا سر تاج) مُحَمَّدٌ (المصطفیٰ) رسول رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و بارک و سلم الی یوم الدین۔

بائیں ہمہ (فضائل جمیلہ و فرائض جلیلہ و محاسن حمیدہ و محامد محمودہ وہ) خدا کے بندہ و محتاج ہیں
 (اور یسئلہ من فی السُّؤْلِ وَالْاَرْضِ کے مصداق) حَاشَ لِلَّهِ کہ عینیت یا مشیت کا گمان (تو گمان
 یہ وہم بھی ان کی ذاتِ کریم، ذاتِ الہی عزّ شانہ کی عین یا اس کے مثل و مماثل یا شبیہ و نظیر ہے)
 کافر کے سوا مسلمان کو جو سکے۔ خزانہ قدرت میں ممکن (و عادت و مخلوق) کے لئے جو کمالات متصور تھے
 (تصور و گمان میں آسکتے تھے یا آسکتے ہیں) سب پائے، کہ دوسرے کو ہم غنائی (و ہم سری اور ان مراتب
 رفیعہ میں برابری) کی مجال نہیں، مگر دائرہ عبودیت و افتقار (بندگی و احتیاج) سے قدم نہ بڑھا، نہ
 بڑھا سکے۔ الْعِظْمَةُ لِلَّهِ خَدَائِعُ تَعَالٰی سے ذات و صفات میں مشابہت (و مماثلت) کیسی۔ (اس
 سے مشابہ و مماثل ہونے کا شبہ بھی اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل ایمان منزل میں اس کا خطہ گزر سکے،
 جب کہ اہل حق کا ایمان ہے کہ حضور اقدس سرورِ عالم، عالمِ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک
 وسلم ان احساناتِ الہی کا جو بارگاہِ الہی سے ہر آن، ہر گھڑی، ہر لمحہ، ہر لمحہ ان کی بارگاہِ بیکس پناہ
 و مہذبہ دل رہتے ہیں، ان انعامات اور ان) نعمائے خداوندی کے لائق جو شکر و ثنا ہے اسے پورا پورا
 بجا نہ لاسکے۔ نہ ممکن کہ بجالائیں کہ جو شکر کریں وہ بھی نعمتِ آخر موجبِ شکر و ثناء مالانہایہ
 لے نعم و افضالِ خداوندی (ربانی نعمتیں اور بخششیں خصوصاً آپ پر) غیر فنا ہی ہیں۔
 (ان کی کوئی حد و نہایت نہیں، انہیں کوئی گنتی و شمار میں نہیں لاسکتا) قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی وَالْاٰخِرَةُ
 خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰٓئِکَ (اے نبی بیشک ہر آنے والا لمحہ تمہارے لئے گزرے ہوئے لمحہ سے
 بہتر ہے اور ساعت بساعت آپ کے مراتب رفیعہ ترقیوں میں ہیں) مرتبہ "قاب قوسین

(گمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کہ ہر سے آئے کہہ کر گئے تھے)

عقل نکتہ دان، دقیقہ شناس) دنگ ہے۔ (کوئی جانے تو کیا جانے اور کوئی خبر دے تو کیا خبر دے) نیا سماں ہے نیا رنگ ہے (ہوش و حواس ان وسعتوں میں گم اور دامانِ نگاہ تنگ) قُرب میں بُعد (نزدیکی میں دُوری) بُعد میں قُرب (دُوری میں نزدیکی) وصل میں ہجر (فرقت میں وصال) طر (عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جہنم کے پھڑکے گلے ملے تھے)

عقل و شعور کو خود اپنا شعور نہیں۔ دست و پا بستہ خود گم کردہ خواہش ہے۔ ہوش و خرد کو خود اپنے لالے پڑے ہیں۔ وہم و گمان دوڑیں تو کہاں تک پہنچیں۔ ٹھوکر کھائی اور گرے۔

سرخ این و مٹی کہاں تھا، نشانِ کیفِ وِالی کہاں تھا
نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساجھی، نہ سنگِ منزل، نہ مرحلے تھے

جس راز کو اللہ جل شانہ ظاہر نہ فرمائے بے تائے کس کی سمجھ میں آئے اور کسی بے وقار کی کیا مجال کہ درونِ غائب خاص تک قدم بڑھائے

گوہر شناور دریا (گویا موتی پانی میں تیر رہا ہے) عکس (یوں کہ) صدف (یعنی سپہی) نے وہ

٢٠٠٠
٩/٥٣ له القرآن الكريم

۱۱۳۰/۲

[illegible]

۴۵

ص ۱۱ " " " " " " "

ص ۱۱۰

پردہ ڈال رکھا ہے کہ ہم سے آشنا نہیں (قطرہ تو قطرہ، نمی سے بھی بہرہ ور نہیں) اے جاہل نادان! علم (وکنہ حقیقت) کو علم والے پر چھوڑ اور اس میدان دشوار جولان سے (جس سے سلامتی سے گزر جانا جوئے شیر لانا ہے اور سخت مشقتوں میں پڑنا) مستبد بیان (کلام و خطاب کی تیز و طرار سواری) کی عنان (باگ ڈور) موڑ (اس والا جناب کی رفعتوں، منزلتوں اور قربتوں کے اظہار کے لئے) زبان بند ہے پر اتنا کہتے ہیں کہ خلق کے آقا ہیں، خالق کے بندے، عبادت (و پرستش) ان کی کفر (اور ناقابل معافی جرم) اور بے ان کی تعظیم کے جط (برباد، ناقابل اعتبار، منہ پر مار دئے جانے کے قابل) ایمان ان کی محبت و عظمت کا نام (اور فعل تعظیم، بعد ایمان، ہر فرض سے مقدم) اور مسلمان وہ جس کا کام ہے نام خدا کے ساتھ، ان کے نام پر تمام والسلام علی خیر الانام والاول والا صاحب علی السلام۔

عقیدہ ثالثہ ————— صدر نشینان بزم عز و جاہ

اس جناب عرش قباب کے بعد (جن کے قبۃ اظہر اور گنبد انور کی رفعتیں عرش سے ملتی ہیں) مرتبہ اور انبیاء و مرسلین کا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کہ باہم ان میں تفاضل (اور بعض کو بعض پر فضیلت) مگر ان کا غیر، گو کسی مرتبہ ولایت تک پہنچے، فرشتہ ہو (اگرچہ مقرب) خواہ آدمی صحابی ہو خواہ اہلبیت (اگرچہ محکم تر و معظّم ترین) ان کے درجے تک (اس غیر کو) وصول محال۔ جو قرب الہی انھیں حاصل، کوئی اس تک فائز نہیں۔ اور جیسے یہ خدا کے محبوب، دوسرا ہرگز نہیں۔ یہ وہ صدر (و بالا) نشینان بزم عز و جاہ ہیں۔ (اور والا مقامان محفل عزت و وجاہت اور مقربان حضرت عزت) کہ رب العالمین تبارک و تعالیٰ خود ان کے مولیٰ و سردار (نبی منار علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم القرار) کو حکم فرماتا ہے، اولک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدا (اللہ اللہ! کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے اُس مقدس ذات، برگزیدہ صفات کا جسے اس کے رب تبارک و تعالیٰ نے محامد جلیلہ، محاسن جلیلہ، اخلاق حسنہ، خصائل محمودہ سے نوازا۔ سراقدس پر محبوبیت کبریٰ کا تاج والا ابتہاج رکھا۔ جسے خلافتِ عظمیٰ کا خلعت والامرتبت پہنایا۔ جس کے طفیل ساری کائنات کو بنایا۔ جس کے فیوض و برکات کا دروازہ تمام ماسوی اللہ کو دکھایا۔ انھیں سے

یہ خطاب فرمایا کہ) یہ وہ ہیں جنہیں خدا نے راہ دکھائی تو تو ان کی پیروی کر۔ اور فرماتا ہے: فاتبعوا ملة ابراهيم حنيفاً تو پیروی کر شریعت ابراہیم کی، جو سب ادیان باطلہ سے کنارہ کش ہو کر دین حق کی طرف جھک آیا۔

(غرض انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام الی یوم الدین میں سے، ہر نبی، ہر رسول بارگاہ عزت جل مجدہ میں بڑی عزت و وجاہت والا ہے اور اس کی شان بہت رفیع، ولہذا ہر نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ اصل جملہ فرائض ہے اور) ان کی ادنیٰ توہین مثل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کفر قطعی۔ (ان میں سے کسی کی تکذیب و تنقیض، کسی کی اہانت، کسی کی بارگاہ میں ادنیٰ گستاخی ایسے ہی قطعاً کفر ہے جیسے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخی و دریدہ دہنی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ) اور کسی کی نسبت، صدیق ہوں خواہ مرفضی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان (حضرات قدسی صفات) کی خادمی و غاشیہ برداری (اطاعت و فرمانبرداری) کہ یہ ان کے پیش خدمت و اطاعت گزار ہیں، اس سے بڑھا کر (افضلیت و برتری درکنسار) دعویٰ ہم سری (کہ یہ بھی مراتب رفیعہ اور ان کے درجات علیہ میں ان کے ہمسرو برابر ہیں) محض بے دینی (الحاد و زندیقیت ہے) جس نگاہ اجلال و توقیر (تکریم و تعظیم) سے انہیں دیکھنا فرض (ہے اور دائمی فرض) عا شا کہ اس کے سو حصے سے ایک حصہ (۱/۱۰۰) دوسرے کو دیکھیں آخر نہ دیکھا کہ صدیق و مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس سرکار ابد قرار (وسربر کاز) کے غلام ہیں، اسی کو حکم ہوتا ہے ان کی راہ پر چل اور ان کی اقداسے نہ نکل (تا بہ دیگر اچہ رسد

اے عقل خبردار! یہاں مجال دم زدن نہیں)

حقیقہ رابعہ — اعلیٰ طبقہ، ملائکہ مقربین

ان (انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے بعد اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین کا ہے مثل ساداتنا و مرالینا (مثلاً ہمارے سرداروں اور پیش رو مددگاروں میں سے حضرت) جبرائیل (جن کے ذمہ پیغمبروں کی خدمت میں وحی الہی لانا ہے) و حضرت میکائیل (جو پانی برسانے والے اور مخلوق خدا کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں) و (حضرت) اسرافیل (جو قیامت کو صور پھونکیں گے) و (حضرت) عزرائیل (جنہیں قبض ارواح کی خدمت سپرد کی گئی ہے) و حملہ (یعنی حاملان) عرش جلیل، صلوات اللہ وسلامہ علیہم

اجمعین۔ ان کے علو شان و رفعت مکان (شوکت و عظمت اور عالی مرتبت) کو بھی کوئی ولی نہیں پہنچتا (خواہ کتنا ہی مقرب بارگاہِ احدیت ہو) اور ان کی جناب میں گستاخی کا بھی بعینہ وہی حکم (جو انبیاء و مرسلین کی رفعت پناہ بارگاہوں میں گستاخی کا ہے کہ کفر قطعی ہے) ان ملائکہ مقربین میں بالخصوص (جبریل علیہ السلام صین و نجیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استاذ ہیں قال تعالیٰ علمہ شدید القوی) سکھایا ان کو یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت قوتوں والے طاقتور نے، یعنی جبرائیل علیہ السلام نے جو قوت و اجلال خداوندی کے مظہر اتم، قوت جسمانی و عقل و نظر کے اعتبار سے کامل، وحی الہی کے بار کے متحمل، چشم زدن میں سدرۃ المنقی تک پہنچ جانے والے، جن کی دانشمندی اور فراست ایمانی کا یہ عالم کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہوں میں وحی الہی لے کر نزولِ اجلال فرماتے اور پوری

عہ قال الامام الفخر الزی وقوله شدید القوی، فیہ فواشدا الاولیٰ امت مدح المعلم مدح المتعلم فلو قال علمہ جبرائیل ولم یصفہ ما کان یحصل للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ فضیلة ظاہرۃ، الثانیۃ ہ ان فیہ سرّاً علیہم حیث قالوا اساطیر الاولین سمعہا وقت سفرہ الی الشام فقال لم یعلمہ احد من الناس بل معلمہ شدید القوی الخ ولہذا قال الامام احمد رضا ما قال وهو حق ثابت۔ واللہ اعلم۔ العبد محمد خلیل عفی عنہ

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”شدید القوی“ میں کئی فائدے ہیں، پہلا فائدہ یہ ہے کہ معلم کی مدح متعلم کی مدح ہوتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ اس کو جبرائیل نے سکھایا ہے اور وصف شدید القوی سے اس کو متصف نہ فرماتا تو اس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فضیلت ظاہرہ حاصل نہ ہوتی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں رد ہے ان لوگوں کا جنہوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کے قصبے ہیں جن کو انہوں نے شام کی طرف سفر کے دوران سُن لیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں لوگوں میں سے کسی نے نہیں سکھایا ان کا معلم تو شدید القوی ہے الخ، اسی لئے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جو کہا ہے وہ حق ثابت ہے (ت)

۱۔ القرآن الکریم ۵۳/۵
۲۔ مفتاح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۵۳/۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۴۵/۲۸

دیانتداری سے اس امانت کو ادا کرتے رہے) پھر وہ کسی کے شاگرد کیا ہوں گے جسے ان کا استاذ بنائے اسے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استاذ الیٰہیٰ ہے یہ وہی ہیں جنہیں حق تبارک و تعالیٰ رسول کریم مکین امین فرماتا ہے (کہ وہ عزت والے مالک عرش کے حضور بڑی عزت والے ہیں ملائکہ اعلیٰ کے مقتدار کہ تمام ملائکہ ان کے اطاعت گزار و فرماں بردار، وحی الہی کے امانت دار، کہ ان کی امانت میں کسی کو مجالِ حرف زد نہ ہو۔ یہی پیامِ رسائی وحی میں۔ امکان نہ ہو کہ کسی غلط فہمی و غلطی کا اور نہ کسی سہل پسندی اور غفلت کا منصب رسالت کے پوری طرح متحمل، اسرار و انوار کے ہر طرح محافظ۔ فرشتوں میں سب سے اونچا ان کا مرتبہ و مقام اور قرب قبول پر فائز المرام، وہ صاحبِ عزت و احترام کہ) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا دوسرے کے خادم نہیں (اور تمام مخلوقات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور ان کا مخدوم و مطاع نہیں۔ اور جنگِ بدر میں فرشتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ حضور کے لشکر کا ایک سپاہی بن کر شامل ہونا مشہور، زبانِ زدِ خاص و عام) اکابر صحابہ و اعظم اولیاء کو (کہ واسطہ نزولِ برکات ہیں) اگر ان کی خدمت (کی دولت) ملے دو جہاں کی فخر و سعادت جائیں پھر یہ کس کے خدمت گار یا غاشیہ بردار ہوں گے (اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بادشاہ کون و مکان، مخدوم و مطاع ہر دو جہاں میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجمعین و بارک وسلم)

عقیدہ خامشہ ————— اصحاب سید المرسلین و اہل بیت کرام

ان (ملائکہ مرسلین و سادات فرشتگان مقربین) کے بعد (بڑی عزت و منزلت اور قرب قبولِ احدیت پر فائز) اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجمعین ہیں، اور انہیں میں حضرت بتولؑ جگر پارہ رسولؑ، خاتونِ جہاں، بانوِ جہاں، سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ (شامل) اور اس دو جہاں کی آقا زادہ کے دونوں شہزادے، عرشِ اعظم کی آنکھ کے دونوں تارے، چرخِ سیادت (آسمانِ کرامت) کے مہ پارے، بارخِ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العین رسولؑ، امینِ کریمین (لادیانِ بابرکات و باصفا)، سعیدین شہیدین (نیک بخت و شہیدانِ جفا)، تقیین نقیین (پاک دامن، پاک باطن) نیرین (قرین، آفتابِ رخ و ماہتابِ رو)، طاہرین (پاک سیرت، پاکیزہ نحو)، ابو محمد (حضرت

سہ القرآن اکبریم ۱۹/۸۱

۲۱ و ۲۰/۸۱

امام حسن و ابو عبد اللہ (حضرت امام حسین - اور تمام مادرانِ اُمت ، بانوانِ رسالت (اہلِ المرئین ، ازواجِ مطہرات) علی المصطفیٰ و علیہم کلہم الصلوٰۃ والصلوٰۃ (ان صحابہ کرام کے زمرہ میں) داخل کہ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالتِ اسلام میں اس چہرہ خدا نما (اور اس ذاتِ حقِ رسا) کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اسلام ہی پر دنیا سے گیا (مرد ہو خواہ عورت ، بالغ ہو خواہ نابالغ) ان (اعلیٰ درجات والا مقامات) کی قدر و منزلت وہی خوب جانتا ہے جو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و رفعت سے آگاہ ہے۔ (اس کا سینہ انوارِ عرفان سے منور اور آنکھیں جمالِ حق سے مشرف ہیں۔ حق پر چلتا، حق پر جیتا اور حق کے لئے مرتا ہے اور قبولِ حق اس کا دھیرہ ہے) آفتابِ نیروز (دہ پہر کے چڑھتے سورج) سے روشن تر کہ عجب (سچا یا بنے والا) جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کو صحبتِ بد (بڑے ہم نشینوں اور بدکار رفیقوں) سے بچاتا ہے (اور مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا مانتا ہے کہ) حق تعالیٰ قادرِ مطلق (اور ہر ممکن اس کے تحت قدرت ہے) اور (یہ کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے محبوب و سیدہ المحبوبین (تمام محبوبانِ بارگاہ کے سردار و سر کے تاج) کیا عقل سلیم (بشرطیکہ وہ سلیم ہو) تجویز کرتی (جائز و گوارہ رکھتی) ہے کہ ایسا تدبیر (فعال) تسامیہ سید جو چاہے اور جیسا چاہے کرے (ایسے عظیم ذی وجاہت ، جانِ محبوبی و کانِ عزت) (کہ جو ہو گیا ، جو ہوگا ، اور جو ہو رہا ہے انہیں کی مرضی پر ہوا ، انہیں کی مرضی پر ہوگا اور انہیں کی مرضی پر ہو رہا ہے) ایسے محبوب ایسے مقبول کے لئے خیارِ خلق کو (کہ انبیاء و مرسلین کے بعد تمام خلایق پر فائق ہوں۔ حضور کا صحابی) جلیس و آئیس (ہم نشین و غمخوار) و یار و مددگار مقرر نہ فرمائے (نہیں ہرگز نہیں تو جبکہ مولا قادر و قدیر جل جلالہ نے انہیں ، ان کی یاری و مددگاری ، رفاقت و صحبت کے لئے منتخب فرمایا تو اب) جو ان میں سے کسی پر طعن کرتا ہے جناب باری تعالیٰ کے کمالِ حکمت و تمام قدرت (پر الزام نقص و علقامی کا لگاتا ہے) یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غایتِ محبوبیت (کمالِ شانِ محبوبی) و نہایتِ منزلت (و انتہائے عزت و وجاہت) - اور ان مراتبِ رفیعہ اور مناصبِ جلیلہ پر حرف رکھتا ہے (جو انہیں بارگاہِ صمدیت میں حاصل ہیں تو یہ مولائے قدوس تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں یا اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخانہ زبان درازی و وریدہ دہنی ہے اور کھلی بیجاوت) اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں : اللہ اللہ فی اصحابی ، لا تتخذوہم غرضا من بعدی فمن احبہم فحببی احبہم ط ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم ط ومن اذانی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ط ومن اذی اللہ فیشک ان لا یأخذہ ط خدا سے ڈرو ، خدا سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں انہیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد جو انہیں دوست رکھتا ہے میری

محبت سے انھیں دوست رکھتا ہے، اور جو ان کا دشمن ہے میری عداوت سے ان کا دشمن ہے، جس نے انھیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گرفتار کر لے (یعنی زندہ عذاب و بلا میں ڈال دے) (رواہ الترمذی وغیرہ)۔

اب اے خارجیو، ناصبیو! (حضرت خنین و امین جلیلین سے خصوصاً اپنے سینوں میں بغض و کینہ رکھنے اور انھیں چنین و چنن کہنے والو!) کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مذکورہ بالا) اس ارشاد عام اور جناب باری تعالیٰ نے آیہ کریمہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ سے (کہ اللہ تعالیٰ ان سے یعنی ان کی اطاعت و اخلاص سے راضی اور وہ اس سے یعنی اس کے کرم و عطا سے راضی) جناب ذوالنورین (امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی) و حضرت اسد اللہ غالب (امیر المؤمنین علی بن ابی طالب) و حضرات سبطین کریمین (امام حسن و امام حسین) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (کو مستثنیٰ کر دیا اور اسلئے استثناء کو تمہارے کان میں پھونک دیا ہے) یا اے شیعو! اے رافضیو! ان احکام شاملہ سے (کہ سب صحابہ کو شامل ہیں اور جملہ صحابہ کرام ان میں داخل ہیں) خدا و رسول (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے (امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین) جناب فاروق اکبر (و امیر المؤمنین کامل الحیاء والايمان) حضرت مجمر حبش العسرة (فی رضی الرحمن عثمان بن عفان) و جناب ام المؤمنین، محبوبۃ سید العالمین (طلیہ، طاهر، عقیقہ) عائشہ صدیقہ بنت صدیق و حضرات طلحہ و زبیر و معاویہ (کہ اول کے بارے میں ارشاد وارد کہ "اے طلحہ! یہ جبریل میں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا" اور ثانی کے باب میں ارشاد فرمایا: "یہ جبریل میں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روز قیامت تمہارے ساتھ رہوں گا" یہاں تک کہ تمہارے چہرہ سے جہنم کی آڑتی چنگاریاں دور کر دوں گا" امام بلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں سننہ صحیحہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور لے جامع الترمذی کتاب المناقب باب فی من سب اصحابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۸۸۸ دار الفکر بیروت ۴۶۳/۵

مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن مغفل المزنی المکتب الاسلامی بیروت ۵۴/۵ و ۵۷

۲۴۷/۱۳	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت	حدیث ۳۶۷۳۶	۱۰۰/۹	۱۰۰/۹
۶۸۲/۱۱	" " "	۳۳۲۹۴	"	"
۲۴۷/۱۳	" " "	۳۶۷۳۶	"	"

حضرت امیر معاویہ تو اول ملک اسلام اور سلطنت محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں اسی کی طرف توراۃ مقدس میں اشارہ ہے کہ:

مولدہ بمکة و مهاجرة طيبة و ملکہ بالشام۔

وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔

(تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی) وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم الیوم الدین کو خارج کر دیا اور تمہارے کان میں (اللہ کے رسول نے چُپ چاپ) کہہ دیا کہ ”اصحابی“ سے ہماری مراد اور آیت میں ضمیر ”ہم“ کے مصداق ان لوگوں کے سوا (اور دوسرے صحابہ) ہیں جو تم ان کے اسے خوارج (اور اسے روافض) دشمن ہو گئے۔ اور عیاذ باللہ (انہیں) لعن طعن سے یاد کرنے لگے (اور شومی بخت سے) نہ یہ جانا کہ یہ دشمنی درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے۔ اور ان کی ایذا حتی تبارک و تعالیٰ کی ایذا (اور جہنم کا دائمی عذاب جس کی سزا) مخرائے اللہ! تیری برکت والی رحمت اور ہمیشگی والی عنایت اس پاک فرقہ اہل سنت و جماعت پر جس نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سب ہم نشینوں اور گلستانِ صحبت کے گل چینوں کو (ہمیشہ ہمیش کسی استثنائے بغیر) نگاہِ تعظیم و اجلال (اور نظرِ تکریم و توقیر) سے دیکھنا اپنا شعار و شمار (اپنی علامت و نشان) کر لیا اور سب کو چرخِ ہدایت کے ستارے اور فلکِ عزت کے ستارے جانا، عقیدہ کر لیا کہ ہر ہر فرد بشر ان کا (باز و نیکوکار) سرور و عدول و اختیار و اقیار و ابرار کا سرار (اور امت کے تمام عدل گستر، عدل پرور، نیکوکار، پرہیزگار اور صالح بندوں کے سرکام تاج ہے) تابعین سے لے کر تابعیات امت کا کوئی ولی کیسے ہی پایہِ عظیم کو پہنچے، صاحبِ سلسلہ ہو خواہ غیر ان کا، ہرگز ہرگز ان میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ کے رتبہ کو نہیں پہنچتا، اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ صادق کے مطابق اوروں کا کوہِ اُمد کے برابر سونا ان کے نیم صاع (تقریباً دو کلو) جو کے برابر نہیں۔ جو قریبِ خدا انہیں حاصل

۱۔ صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضل ابی بکر عبد اللہ بنی عبد المطلب قیدی کتب خانہ کراچی ۵۱۸/۱
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تحریم سب الصحابة " " ۳۱۰/۲
سنن ابن ماجہ فضل اہل بدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی النہی عن سب اصحاب رسول اللہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۸۳/۲

دوسرے کو میسر نہیں۔ اور جو درجات عالیہ یہ پائیں گے غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے (اہلسنت کے خواص تو خواص، عوام تک) ان سب کو بالا جمال (کہ کوئی فرد ان کا شمول سے نہ رہ جائے از اول تا آخر) پرلے درجے کا بروقتی (نیکو کار و متقی) جانتے اور تفصیل احوال (کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا۔ اس) پر نظر حرام مانتے (ہیں) جو فعل (ان حضرات صحابہ کرام میں سے) کسی کا اگر ایسا منقول بھی ہوا جو نظر قاصر (ونگاہ کوتاہ ہیں) میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ٹھہرے (اور کسی کوتاہ نظر کو اس میں حرج زنی کی گنجائش ملے) اسے عمل حسن پر آتے ہیں۔ (اور اسے ان کے خلوص قلب و حسن نیت پر محمول کرتے ہیں) اور اللہ کا سچا قول "رضی اللہ عنہم" سن کر آئینہ دل میں رنگ تفتیش کو جگہ نہیں دیتے (اور تحقیق احوال واقعی کے نام کا میل کپیل دل کے آئینے پر چڑھنے نہیں دیتے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم فرما چکے، اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔

جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو۔

(مذہب حقیقت اور بدگمانی کو قریب نہ پھٹکنے دو، تحقیق حال و قضیہ مال میں نہ پڑو) ناچار اپنے آقا کا مہرمان عالی شان۔ اور یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں (ڈراوے اور دھمکیاں) سن کر زبان بند کر لی اور دل کو سب کی طرف سے صاف کر لیا۔ (اور بلا چوں و چرا) جان لیا کہ ان کے رتبے ہماری عقل سے ورار ہیں پھر ہم ان کے معاملات میں کیا دخل دیں ان میں جو مشاجرات (صورت نزاعات و اختلافات) واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟

گداے خاک نشینی تو حافظ مغرور

رموز مملکت خویش، خمر و ان و انس

(تو خاک نشین گدا ہے اسے حافظ! شرم کر کہ اپنی سلطنت کے مجید بادشاہ جانتے ہیں)

(نظر تیرا منہ ہے کہ تُو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں)

حاشا کہ ایک کی طرف داری میں دوسرے کو بُرا کہنے لگیں، یا ان نزاعوں میں ایک منہ پرستی کو

۱۰۰/۹ القرآن الکریم

۱۴۲۷ھ المجمع البکیر

حدیث ۱۴۲۷ ردیف شین معجم

المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت

سب رنگ کتاب گھر دہلی

۹۶/۲

ص ۲۵۸

کے دیوان حافظ

دنیا طلب ٹھہرائیں بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواستگار تھے (اسلام و مسلمین کی سر بلندی ان کا نصب العین تھی پھر وہ مجتہد بھی تھے، تو) جس کے اجتہاد میں جو بات دین الہی و شرع رسالت پسند ہی جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اصلح و السب (زیادہ مصلحت آمیز اور احوال مسلمین سے مناسب تر) معلوم ہوئی، اختیار کی، گو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی۔ لیکن وہ سب حق پر ہیں (اور سب واجب الاحترام) ان کا حال بعینہ ایسا ہے جیسا فروع مذہب میں (خود علمائے اہلسنت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم (ابوحنیفہ) و (امام شافعی) وغیرہما) کے اختلافات نہ ہرگز ان نزاعات کے سبب، ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جاننا نہ ان کا دشمن ہو جانا (جس کی تائید مولیٰ علی کے اس قول سے ہوتی ہے کہ،

اخواننا بغوا علینا۔

یہ سب ہمارے بھائی ہیں کہ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔
مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ سب حضرات آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، خدا و رسول کی بارگاہوں میں معظم و معزز اور آسمان ہدایت کے روشن ستارے ہیں اصحابی کالنجومؑ)

بالجملہ ارشادات خدا و رسول عز مجید و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (اس پاک فرقہ اہل سنت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کر لیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل و ثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصان پروردگار) ہیں۔ اور ان (مشاجرات و نزاعات کی) تفصیل پر نظر گراہ کرنے والی ہے نظیر اس کی عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، اہلسنت و جماعت) شاہراہ عقیدت پر چل کر (منزل) مقصود کو پہنچے۔ اور ارباب (خواہش و اہل) باطل تفصیلوں میں خوض (و ناسحق غور) کر کے مفاک (ضلالت اور) بددینی (کی گمراہیوں) میں جا پڑے کہیں دیکھا و عطی ادمہ (کہ اس میں عسیاں اور بقلا ہر تعمیل حکم ربانی سے رُوگردانی کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی جانب کی گئی ہے)

۱۔ السنن الکبریٰ کتاب قتال اهل البغی دار صادر بیروت ۱۴۳/۸

۲۔ کشف الخفا حنف الہزمہ مع الصاد حدیث ۳۸۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۱۸/۱

۳۔ القرآن الکریم ۱۲۱/۲۰

کہیں سنا لیغضالک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (جس سے ذنب یعنی گناہ و
عُفْران ذنب یعنی بخشش گناہ کی نسبت کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب والا کی جانب
گمان ہوتا ہے)

کبھی موسیٰ (علیہ السلام) و قبطی (قوم فرعون) کا قصہ یاد آیا (کہ آپ نے قبطی کو آمادہ ظلم پا کر ایک
گھونسا مارا اور وہ قبطی قعر گور میں پہنچا)

کبھی (حضرت) داؤد (علیہ الصلوٰۃ اور اُن کے ایک اُمّتی) اور یابہ کا قصہ سن پایا (حالانکہ یہ
الزام تھا یہود کا حضرت داؤد علیہ السلام پر جسے انھوں نے خوب اُچھالا اور زبان زد عوام ان اس ہو گیا۔
حتیٰ کہ ربنا نے شہرت، بلا تحقیق و تفتیش احوال بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من و عن بیان فرمادیا، جبکہ
امام راہنشی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل و لغو ہے۔

غرض بے عقل بے دینوں اور بے دین بد عقلوں نے یہ افسانہ سن پایا تو)

لگے چُون و چرا کرنے تسلیم و گردن نہادوں کے زینہ سے اُترنے پھر ناراضی خدا و رسول کے سوا اور بھی کچھ پھیل
پایا؟ اور (الٹا) خُضْمَہ کَالذی خاضُوا (اور تم یہود کی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے اور اتباع باطل میں
ان کی راہ اختیار کی) نے و لکن حقت کلمۃ العذاب علی الکُفْرِین (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک
اُترا) کا دن دکھایا اَلَا اَنْتَ یٰسَہٰ رَبِّ اَنْتَ سَہٰ بِکَ فَعَالَیٰ لَمَ یٰوِیْدُ۔

(مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کبیرہ گناہوں سے
مطلقاً اور گناہ و صغیرہ کے عذاب و کتاب اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو اور منسلوق خدا
ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان و مرتبہ
کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں)

۱۵ القرآن الکریم ۲۸/۱۵	۲ القرآن الکریم ۲/۲
۳۵ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳۸/۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۶/۱۶۵	۴۵ القرآن الکریم ۹/۶۹
	۵۵ " ۳۹/۴۱
	۶۶ " ۶/۸۰
	۷۷ " ۱۱/۱۰۴

اللّٰهُمَّ اثْبَاتِ عَلَى الْمَهْدَى اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيُّ الْعَلِيُّ

(اے اللہ! ہم تجھ سے ہدایت پر ثابت قدمی مانگتے ہیں بے شک تو ہی بلند و برتر ہے)

صحابہ کرام کے باب میں یا درکھنا چاہئے کہ

(وہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے۔

اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں،

- ۱۔ من افق من قبل الفتح وقتل
- ۲۔ الذین انفقوا من بعد وقاتلوا

یعنی ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایمان ہوئے راہ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی، اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے، انھوں نے اپنے اوپر جیسے جیسے شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر، بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کر دیا۔ یہ حضرات مجاہدین و انصاریں سے سابقین اولین ہیں، ان کے مراتب کا کیا پوچھنا۔

دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ ایمان لائے، راہ مولا میں حشر چ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان اہل ایمان نے اس اخلاص کا ثبوت جہاد مالی و قتالی سے دیا، جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرت تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے، اجر ان کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان سابقین و اولوں والوں کے درجہ کا نہیں۔

اسی لئے قرآن عظیم نے ان پہلوں کو ان پھلوں پر تفضیل دی۔

اور پھر فرمایا،

كَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ

ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو، محسوس کوئی نہ رہے گا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے،

لَا الْغَدَاةَ الْكَرِيمَ ۝۵۰

۵۰ ۝۵۰

اولئك عنها مبعوثون^۱

وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

لا يسمعون حيسبها^۲

وہ جہنم کی پھٹک تک نہ سُنیں گے۔

وهم في ما اشتبهت انفسهم خلدون^۳

وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے۔

لا يحزنهم الفزع الاكبر^۴

قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔

تتلقوهم الملائكة^۵

فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

هذا يومكم الذی كنتم توعدون^۶

یہ رکتے ہوئے کریہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو

جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔

اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشاد الہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام

کا کام نہیں۔

رب عزوجل نے اسی آیت حدید میں اس کا منہ بھی بند کر دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے۔ ساتھ ہی ارشاد فرمادیا،

واللہ بہا تعملون خبیث^۷

اور اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرو گے۔

بایں ہمہ اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرما دیا کہ وہ تم سب سے جنت بے عذاب و کرامت

۱۔ القرآن الکریم ۱۰۲/۲۱

۲۔ " ۱۰۳/۲۱

۳۔ " ۱۰/۵۴

۴۔ القرآن الکریم ۱۰۱/۲۱

۵۔ " ۱۰۲/۲۱

۶۔ " ۱۰۳/۲۱

ثواب بے حساب کا وعدہ فرما چکا ہے۔

ثواب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے، کیا طعن کرنے والا اللہ تعالیٰ سے جسد اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح شفا سے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،
 ”جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔“
 (احکام شریعت وغیرہ)

تنبیہ ضروری

اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ و تکف عن ذکر الصحابة الا بخیر یعنی صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ انہیں صحابہ کرام کے حق میں جو ایمان و سنت و اسلام حقیقی پر تادم مرگ ثابت قدم ہے اور صحابہ کرام جمہور کے خلاف، اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی اور وہ بد نصیب کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان انگ جھا بیٹھے اور اہل حق کے مقابل قتال پر آمادہ ہو گئے۔ وہ ہرگز اس کا مصداق نہیں اس لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ جنگ جمل و صفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے۔ لیکن اہل نہروان جو مولاعلی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساد، فجار، طاعن و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے سامعی و سامعی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور امت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔ (سراج العارف وغیرہ)

عقیدہ سادسہ ————— عشرہ مبشرہ و خلفائے اربعہ

اب ان سب میں افضل و اعلیٰ و اکمل حضرات عشرہ مبشرہ ہیں۔ وہ دس صحابی جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت و خوشخبری رسول اللہ ﷺ نے ان کی زندگی ہی میں سنادی تھی وہ عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ یعنی حضرات خلفائے اربعہ راشدین، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن العوام،

لے نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/۴۳۰
 لے شرح عقائد النسفی دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۶

حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔

سہ وہ یار ہشتی اند قطعی یوکر و عمر، عثمان و عسل
سعدست سعید و ابو عبیدہ طلحہ ست و زبیر و عبد الرحمن

اور ان میں خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ان چار ارکان قصر ملت (ملت اسلامیہ کے عالی شان محل کے چار ستونوں) و چار انہار باغ شریعت (اور گلستان شریعت کی ان چار نہروں) کے نصاب و فضائل کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ ان میں سے جس کسی کی فضیلت پر تنہا نظر کیجئے یہی معلوم (و متبادر و مفہوم) ہوتا ہے کہ جو کچھ میں یہی ہیں ان سے بڑھ کر کون ہوگا

بہر گلی کہ انہیں چار باغ می نگرم بہار دامن دل می کشد کجا اینجاست
(ان چار باغوں میں سے جس پھول کو میں دیکھتا ہوں تو بہار میرے دل کے دامن کو کھینچتی ہے
کہ اصل جگہ تو یہی ہے)

علی الخصوص شیعہ شہستان ولایت، بہار چمنستان معرفت، امام الواصلین، سیدہ العارفین (واصلان حق کے امام، اہل معرفت کے پیش رو) خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت، مولیٰ المسلمین، امیر المؤمنین، ابوالائمۃ الطاہرین (پاک طینت، پاکیزہ خصلت، اماموں کے جد امجد طاہر طہر، قاسم کوثر، اسد اللہ الغالب، مظہر العجائب و الغرائب، مطلوب کل طالب، سیدنا و مولانا علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ و جہہہ الکریم و حشرنا فی زمزمہ فی یوم عقیم کہ اس جناب گردوں قباب (جن کے قبر کی کھس آسمان برابر ہے ان) کے مناقب جلیلہ (اوصاف حمیدہ) و محمد جلیلہ (خصائل حسنہ) جس کثرت و شہرت کے ساتھ (کثیر و مشہور، زبان زد عام و خواص) ہیں دوسرے کے نہیں۔

(پھر) حضرات شیخین، صاحبین صہرین (کہ ان کی صاحبزادیاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شرف زوجیت سے مشرف ہوئیں اور اہمات المؤمنین، مسلمانوں ایمان والوں کی مائیں کہلائیں)
وزیرین (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد کہ میرے دو وزیر آسمان میں جبرائیل و میکائیل اور دو وزیر زمین پر ہیں ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) امیرین (کہ ہر دو امیر المؤمنین ہیں) مشیرین (دونوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس شوریٰ کے رکن اعظم) جمیعین (ہم خواجہ اور دونوں اپنے آقا و مولیٰ کے پہلو پر پہلو آج بھی مصروف استراحت) رفیقین (ایک دوسرے کے یار و غمگسار) سیدنا و مولانا عبد اللہ العقیق

ابوبکر صدیق و جناب حق مآب ابو حفص عسکر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان والا سب کی شانوں سے جدا ہے اور ان پر سب سے زیادہ عنایت خدا اور رسول خدا جل جلالہ و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے بعد انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے جو مرتبہ ان کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں اور رب تبارک و تعالیٰ سے جو قرب و نزدیکی اور بارگاہِ معرکشِ اشتباہ رسالت میں جو عزت و سر بلندی ان کا حصہ ہے اور ان کا نصیب نہیں اور منازلِ جنت و مواہبِ بے منت میں انہیں کے درجات سب پر عالی فضائل و فواضل (فضیلتوں اور خصوصیات بخششوں) و حسناتِ طیبات (شکیوں اور پاکیزگیوں) میں انہیں کو تقدم و پیشی (یہی سب پر مقدم، یہی پیش پیش) ہمارے علماء و ائمہ نے اس (باب) میں مستقل تصنیفیں فرما کر سعادتِ کونین و شرافتِ دارین حاصل کی (ان کے خصائلِ تحریر میں لائے، ان کے محاسن کا ذکر فرمایا، ان کے اولیات و خصوصیات گنائے) ورنہ غیر متناہی (جو چارہی فہم و فراست کی رسائی سے ماورا ہو۔ اس) کا شمار کس کے اختیار و اللہ العظیم اگر ہزاروں و فتران کے شرح فضائل (اور بسط فواضل) میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں۔

وَعَلَى تَغْنَنٍ وَاصْفِيهِ بِحُسْنِهِ يَغْنَى الزَّمَانُ وَفِيهِ مَا لَمْ يَوْصَفْ

(اور اس کے حُسن کی تعریف کرنے والوں کی عمدہ بیانی کی بنیاد پر زمانہ غنی ہو گیا اور اس

میں ایسی خوبیاں ہیں جنہیں بیان نہیں کیا جاسکتا)

مگر کثرتِ فضائل و شہرتِ فواضل (کثیر در کثیر فضیلتوں کا موجود اور پاکیزہ و برتر عزتوں کا مشہور ہونا) چرنے و دیگر (اور بات ہے) اور فضیلت و کرامت (سب سے افضل اور بارگاہِ عزت میں سب سے زیادہ قریب ہونا) امرے آخر (ایک اور بات ہے اس سے جدا و ممتاز) فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے قل ان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء

اس کی کتاب کریم اور اس کا رسول عظیم علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ و التسليم علی الاعلان گواہی دے رہے ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں

عہ مطبوعہ رسالہ میں "وزاب بے منت" مطبوع ہے اور حاشیہ پر تحریر کہ اصل میں ایسا ہے، فقیر نے اسے مواہب لکھا جبکہ "منازل" کا ہم قافیہ ہے "مناہل" یعنی چشمے، اور انسب یہی ہے ۱۲ محمد غزالی

کہ وہ فرماتے ہیں:

كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم فاقبل ابو بكر وعمر فقال يا علي هذان
ميتا كهمول اهل الجنة وشبابها بعد النبيين والمرسلين
(رواه الترمذی و ابن ماجہ وعبد اللہ بن الامام احمد)

میں خدمت اقدس حضور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ ابو بکر و
عمر سامنے آئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ یہ دونوں سردار ہیں
اہل جنت کے سب بڑھوں اور جوانوں کے بعد انبیاء و مرسلین کے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی، حضور کا
ارشاد ہے،

ابو بكر وعمر خير الاولين والاخيرين وخير اهل السموات وخير اهل
الارضين الا النبيين والمرسلين
(سواء المحاكم في الكنى وابتعدى وخطيب)

ابو بکر و عمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں کے اور بہتر ہیں سب آسمان والوں سے اور
بہتر ہیں سب زمین والوں سے، سوا انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے۔
خود حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تہ باریبار اپنی کسی مملکت و سطوت (و دبیر) خلافت میں
افضلیت مطلقہ یحییٰ کی تصریح فرمائی (اور صاف صاف و اشکاف الفاظ میں بیان فرمایا کہ یہ دونوں
حضرات علی الاطلاق بلا قید حجت و حیثیت تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں) اور یہ ارشاد ان سے متواتر ثابت
ہوا کہ اشی سے زیادہ صحابہ و تابعین نے اسے روایت کیا۔ اور فی الواقع اس مسئلہ (افضلیت شیخ کریمین)
کو جیسا کہ باب مرتضیٰ نے صاف صاف و اشکاف ہر کرات و مرآت (بار بار موقع بہ موقع اپنی)
جلوات و علوات (عمومی محظوظ، خصوصی نشستوں) و مشاہد عامہ و مساجد جامعہ (عامۃ الناس کی
لے مستند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۸۰/۱

جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق حدیث ۳۶۸۵ دار الفکر بیروت ۳۷۶/۵
سنن ابن ماجہ فضل ابی بکر الصدیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰
کنز العمال بحوالہ المحکم فی الکفی حدیث ۳۲۶۴۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵۶۰/۱۱
الصواعق المحرقة بحوالہ المحکم و ابن عدی و الخطیب الباب الثالث الفصل الثالث
دار المکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۱۹

مجلسوں اور جامع مسجدوں میں ارشاد فرمایا، دوسروں سے واقع نہیں ہوا (ازاں جملہ وہ ارشاد و گرامی کہ) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن حنفیہ صاحبزادہ جناب امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، قال قلت لابی اعت الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال ابوبکر۔ قال قلت ثم من؟ قال عمر یعنی میں نے اپنے والد ماجد امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: ابوبکر۔ میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: عمر۔

ابو عمر بن عبد اللہ، حکم بن حجل سے اور دارقطنی اپنی سنن میں راوی، جناب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

لاجد احداً افضلنی علی ابی بکر وعمر الا جلداتہ حد المفتویٰ جسے میں پاؤں لگا کر شیخین (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مجھے افضل بتاتا (اور مجھے ان میں سے کسی پر فضیلت دیتا) ہے اسے مفتوی (افترار و بہتان لگانے والے) کی حد ماروں لگا کر اسے کوڑے ہیں۔

ابو القاسم طلمی کتاب السنۃ میں جناب علقمہ سے راوی،

بلغ علی ان اقواماً یفضلونہ علی ابی بکر وعمر فصعد المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایہا الناس! انہ بلغنی ان اقواماً یفضلونی علی ابی بکر وعمر ولو کنت تقدست فیہ لعاقبت فیہ فمن سمعہ بعد ہذا الیوم یقول ہذا فهو مفتی، علیہ حد المفتویٰ ثم قال ان خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم اللہ اعلم بالخیر بعدہ قال وفي المجلس الحسن بن علی فقال واللہ لوستقی الثالث لستی عشقن یعنی جناب مولیٰ علی کو خبر پہنچی کہ لوگ انھیں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل دیتے (اور حضرت مولیٰ کو ان سے افضل بتاتے) ہیں، پس منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا، اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر و عمر سے افضل بتاتے ہیں اور اگر میں نے پہلے سے

۱۔ صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی علیہ وسلم باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی علیہ وسلم قیدی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸
۲۔ الصواعق المحرقة بحوالہ دارقطنی الباب الثالث دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۱
۳۔ ازالۃ التحفار عن خلافت الخلفاء بحوالہ ابی القاسم مسند علی بن ابی طالب سہیل الکیڈی لاہور ۱/ ۶۸

سنا ہوتا تو اس میں سزا دینا یعنی پہلی بار تفہیم (و تنبیہ) پر قناعت فرماتا ہوں پس اس دن کے بعد جسے ایسا کتے
سُنوں گا تو وہ مفتری (بُہتان باندھنے والا) ہے اس پر مفتری کی حد لازم ہے۔ پھر فرمایا بیشک بہتر اس
اُمت کے بعد ان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابو بکر ہیں، پھر عمر۔ پھر خدا خوب جانتا ہے بہتر کون ان کے بعد۔
اور مجلس میں امام حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی جلوہ فرما تھے انھوں نے ارشاد کیا خدا کی قسم! اگر تفسیرے
کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے۔

بالجملہ احادیث مرفوعہ و اقوال حضرت مرتضوی و اہلبیت نبوت اس بارے میں لاتعداد و لا تخصی
(بے شمار و لا انتہا) ہیں کہ بعض کی تفسیر فقیر نے اپنے رسالہ تفضیل میں کی۔ اب اہل سنت (کے علمائے ذوی الاحرام)
نے ان احادیث و آثار میں جو نگاہ غور کو کام فرمایا تو تفضیل شیخین کی صد ہا تصریحیں (سیکڑوں مباحثیں)
علی الاطلاق پائیں کہیں جہت و حیثیت کی قید نہ دیکھی کہ یہ صرف فلاں حیثیت سے افضل ہیں اور دوسری حیثیت سے
دوسروں کو افضلیت (حاصل ہے) لہذا انھوں نے عقیدہ کر لیا کہ گو فضائل خاصہ و خصائص فاضلہ (مخصوص فضیلتیں
اور فضیلت میں خصوصیتیں) حضرت مولیٰ (علی مشکل گشا کرم اللہ تعالیٰ و جہد) اور ان کے غیر کو بھی ایسے حاصل
(اور بے طائے الہی وہ ان خصوصیات کے تنہا حامل) جو حضرات شیخین (کریمین جلیلین) نے نہ پائے جیسے کہ
اس کا عکس بھی صادق ہے (کہ امیرین و وزیرین کو وہ خصائص عالیہ اور فضائل عالیہ بارگاہ الہی سے مرحمت
ہوئے کہ ان کے غیر نے اس سے کوئی حصہ نہ پایا) مگر فضل مطلق کلی (کسی جہت و حیثیت کا لحاظ کئے بغیر
فضیلت مطلقہ کلیہ) جو کثرت ثواب و زیادتِ قرب رب الارباب سے عبارت ہے وہ انھیں کو عطا ہوا
(اور ان کے نصیب میں آیا)

(یعنی اللہ عز و جل کے یہاں زیادہ عزت و منزلت جسے کثرتِ ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں وہ صرف
حضرات شیخین نے پائی۔ اس سے مراد اجر و انعام کی کثرت و زیادت نہیں کہ بار بار مفضول کے لئے
ہوتی ہے۔

حدیث میں ہر اہمیانِ سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت آیا کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے
پچاس کا اجر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ان میں سے پچاس کا یا ہم میں سے؟ فرمایا: ”بلکہ تم میں سے“ تو اجر

لے اے حضرت قدس سرہ العزیز نے مسئلہ تفضیل شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر نوٹس ۹۰ کے قریب ایک کتاب مبنی بہ
”فتی التفضیل لمبحث التفضیل نکھی، پھر مطلع القمرین فی ابانۃ سبقتہ العرین“ میں اس کی تفسیر کی۔ غالباً اس
ارشاد و گرامی میں اشارہ اسی کی طرف ہے، واللہ تعالیٰ اعلم محمد خلیل القادری عفی عنہ

اور (یہ اہل سنت و جماعت کا وہ عقیدہ ثابتہ محکمہ ہے کہ) اس عقیدہ کا خلاف اول تو کسی حدیث صحیح میں ہے ہی نہیں، اور اگر بالفرض کہیں بڑے خلاف پائے بھی تو سمجھ لے کہ یہ ہماری فہم کا قصور ہے (اور ہماری کوتاہ فہمی) ورنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خود حضرت مولیٰ (علی) و اہلبیت کرام (صاحب البیت اور بی بافیہ کے مصداق، اسرار خانہ سے مقابلہ واقف تر) کیوں بلا تقييد (کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر) انھیں افضل و خیر امت و سردار اولین و آخرین بتاتے کیا آیرہ تحریر فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین (تو ان سے فرما دو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں) و حدیث صحیح من کنت مولاہ فعلق مولاہ (جس کا میں مولا ہوں تو علی بھی اس کا مولا ہے) اور خبر شدید الضعف وقوی المجرح (نہایت درجہ ضعیف و قابل شدید جرح و تعدیل) لحمک لحمی و دمک دمی (تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے)

٤ القرآن الكريم ٣/٦١

۲۱۳/۲

مسند احمد بن حنبل عن علي رضي الله عنه المكتبة الاسلامي بيروت
۱۵۲/۱ ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۵۲

۱۵۲/۱۱۹ و ۱۱۸ و ۱۱۷ و ۱۱۶ و ۱۱۵ و ۱۱۴ و ۱۱۳ و ۱۱۲ و ۱۱۱ و ۱۱۰ و ۱۰۹ و ۱۰۸ و ۱۰۷ و ۱۰۶ و ۱۰۵ و ۱۰۴ و ۱۰۳ و ۱۰۲ و ۱۰۱ و ۱۰۰ و ۹۹ و ۹۸ و ۹۷ و ۹۶ و ۹۵ و ۹۴ و ۹۳ و ۹۲ و ۹۱ و ۹۰ و ۸۹ و ۸۸ و ۸۷ و ۸۶ و ۸۵ و ۸۴ و ۸۳ و ۸۲ و ۸۱ و ۸۰ و ۷۹ و ۷۸ و ۷۷ و ۷۶ و ۷۵ و ۷۴ و ۷۳ و ۷۲ و ۷۱ و ۷۰ و ۶۹ و ۶۸ و ۶۷ و ۶۶ و ۶۵ و ۶۴ و ۶۳ و ۶۲ و ۶۱ و ۶۰ و ۵۹ و ۵۸ و ۵۷ و ۵۶ و ۵۵ و ۵۴ و ۵۳ و ۵۲ و ۵۱ و ۵۰ و ۴۹ و ۴۸ و ۴۷ و ۴۶ و ۴۵ و ۴۴ و ۴۳ و ۴۲ و ۴۱ و ۴۰ و ۳۹ و ۳۸ و ۳۷ و ۳۶ و ۳۵ و ۳۴ و ۳۳ و ۳۲ و ۳۱ و ۳۰ و ۲۹ و ۲۸ و ۲۷ و ۲۶ و ۲۵ و ۲۴ و ۲۳ و ۲۲ و ۲۱ و ۲۰ و ۱۹ و ۱۸ و ۱۷ و ۱۶ و ۱۵ و ۱۴ و ۱۳ و ۱۲ و ۱۱ و ۱۰ و ۹ و ۸ و ۷ و ۶ و ۵ و ۴ و ۳ و ۲ و ۱

المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة من کنت مولاه فعلی مولاه دار الفکر بیروت ۱۱۰/۳

المعجم الكبير حديث ٣٠٣٩ المكتبة الفيصلية بيروت

نزل العمال حدیث ۳۲۹۰۴ و ۳۲۹۴۶ و ۳۲۹۵۰ و ۳۲۹۵۱ مؤسسه الرساله بیروت ۱۱/۶۰۲ و ۶۰۹ و ۶۱۰

لنزل العمال حديث ۳۲۹۳۶ " " " ۶۰۶/۱۱

۶۰۶/۱۱ " " " حدیث ۳۲۹۳۶

بر تقدیر ثبوت (بشرطیکہ ثابت و صحیح مان لی جائے) وغیرہ لک (احادیث و اخبار) سے انھیں آگاہی نہ تھی (ہوش و حواس، علم و شعور اور فہم و فراست میں بیگانہ روزگار ہوتے ہوئے ان اسرارِ درونِ خانہ سے بیگانہ رہے اور اسی بیگانگی میں عمریں گزار دیں) یا (انھیں آگاہی اور ان اسرار پر اطلاع) تھی تو وہ (ان واضح الدلائل الفاظ) کا مطلب نہ سمجھے (اور غیرت و شرم کے باعث اور کسی سے پوچھ نہ سکے) یا سمجھے (حقیقت حال سے آگاہ ہوئے) اور اس میں تفضیلِ شیخین کا خلاف پایا (مگر خاموش رہے اور جمہور صحابہ کرام کے برخلاف عقیدہ رکھنا زبان پر اس کا خلاف نہ آنے دیا اور حالانکہ یہ ان کی پاک جنابوں میں گستاخی اور ان پر تفسیرِ ملعونہ کی تہمت تراشی ہے) تو (اب ہم) کیونکر خلاف سمجھ لیں (کے کہہ دیں کہ ان کے دل میں خلاف تھا زبان سے اقرار) اور تصریحاتِ بینہ و قاطع الدلالة (روشن صراحتوں قطعی دلائلوں) وغیرہ محتملہ الخلاف کو (جن میں کسی خلاف کا احتمال نہیں کوئی ہیر پھیر نہیں) کیسے پس پشت ڈال دیں الحمد للہ سب العلما کرام حق تبارک و تعالیٰ نے فقیر حقیر کو یہ ایسا جواب شافی تعلیم فرمایا کہ منصف (انصاف پسند ذی ہوش) کے لئے اس میں کفایت (اور یہ جواب اس کی صحیح رہنمائی و ہدایت کے لئے کافی) اور متعصب کو (کہ آتشِ غلو میں سلگتا اور ضد و نفسانیت کی راہ چلتا ہے) اس میں غیظِ بے نہایت (قل موتوا بغيظکم) انھیں آتشِ غضب میں جلا مبارک (ہم مسلمانانِ اہلسنت کے نزدیک، حضرت مولیٰ کی ماننا) یہی محبت علی مرتضیٰ ہے اور اس کا بھی (یہی تقاضا) یہی مقتضی ہے کہ محبوب کی اطاعت کیجئے اور اس کے غضب اور اٹھنے کوڑوں کے استحقاق سے بچئے (والعیاذ باللہ)۔

اللہ! اللہ! وہ امام الصديقين، اکمل الاولیاء العارفين سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت کو حفظِ جان پر مقدم رکھا حالانکہ جان کا رکھنا سب سے زیادہ اہم فرض ہے۔ اگر بوجہ ظلمِ عدو مکابر وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاک جان کا یقین ہو تو اس وقت ترکِ نماز کی اجازت ہوگی۔

یہی تعظیم و محبت و جاں نثاری و پروانہ داری شمع رسالت علیہ الصلوٰۃ والتیمۃ ہے جس نے صدیق اکبر کو بعد انبیاء و مرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام جہان پر تفوق بخشا اور ان کے بعد تمام عالم، تمام خلق، تمام اولیاء، تمام عرفاء سے افضل و اکرم و اکمل و اعظم کر دیا۔ وہ صدیق جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ "ابوبکر کو کثرتِ صوم و صلوٰۃ کی وجہ سے تم پر فضیلت نہ ہوئی

بلکہ اس سر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و متکین ہے یا
وہ صدیق جس کی نسبت ارشاد ہوا: اگر ابو بکر کا ایمان میری تمام اُمت کے ساتھ وزن کیا جائے
تو ابو بکر کا ایمان غالب آئے گا۔
وہ صدیق کہ خود اُن کے مولائے اکرم و آقائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی کا ہمارے ساتھ
کوئی ایسا سلوک نہیں ہے جس کا ہم نے عوض نہ کر دیا ہو صوا ابو بکر کے، کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسن سلوک ہے
جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انھیں روز قیامت دے گا۔"
وہ صدیق جس کی افضلیت مطلقہ پر قرآن کریم کی شہادت ناطقہ ہے کہ فرمایا: ان اکرمکم عند اللہ
اتقا کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقی ہے۔
اور دوسری آیت کریمہ میں صاف فرمادیا: وسیب جنبہا الا تقیٰ قریب ہے کہ جہنم سے بچایا
جائے گا وہ اتقی۔
بشہادت آیت اولیٰ ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے جو افضل و اکرم اُمت مرحومہ ہے، اور وہ
نہیں مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر۔ اور تفضیلیہ و روافض کے نزدیک یہاں امیر المؤمنین مولیٰ علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
مگر اللہ عزوجل کے لئے حمد کہ اس نے کسی کی تلبیس و تدلیس اور حق و باطل میں آمیزش و آویزش
کو جب نہ چھوڑی، آیت کریمہ نے ایسے وصف خاص سے اتقی کی تعین فرمادی جو حضرت صدیق اکبر کے
سوا کسی پر صادق آہی نہیں سکتا۔
فرماتا ہے: وما لاحد عنده من نعمة تجزئ اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں
جس کا بدلہ دیا جائے۔

۱۷۰/۲	دارالکتب العلمیۃ بیروت	حدیث ۲۲۲۶	۱۷ کشف الخفا
۷۸	دارصادر بیروت	فصل فیما ورد من کلام الصحابۃ الخ	۱۷ تاریخ الخلفاء
۶۹/۱	دارالکتب العلمیۃ	حدیث ۳۶	۱۷ شعب الایمان
۲۰۷/۲	امین کمپنی دہلی	باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ	۱۷ جامع الترمذی
۱۷/۹۲	۱۷ القرآن الکریم	۱۳/۲۹	۱۷ القرآن الکریم
		۱۹/۹۲	۱۷

اور دنیا جانتی مانتی ہے کہ وہ صرف صدیق اکبر ہی ہیں جن کی طرف سے ہمیشہ بندگی و غلامی و خدمت و نیاز مندی اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے براہ بندہ نوازی قبول و پذیرائی کا برتاؤ دیا گیا کہ خود ارشاد فرمایا کہ: بیشک تمام آدمیوں میں اپنی جان و مال سے کسی نے ایسا سلوک نہیں کیا جیسا ابوبکر نے کیا۔

جب کہ مولیٰ علی نے مولائے کل، سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنارہ اقدس میں پرورش پائی، حضور کی گود میں ہوش سنبھالا، اور جو کچھ پایا بظاہر حالات یہیں سے پایا۔ توثیق کریمہ و ملاحضہ عندہ من نعمۃ تجزیٰ (اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) سے مولیٰ علی قطعاً مراد نہیں ہو سکتے بلکہ بالیقین صدیق اکبر ہی مقصود ہیں، اور اسی پر اجماع مفسرین موجود۔

وہ صدیق جنہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرضیت حج کے بعد پہلے ہی سالی میں امیر الحج مقرر فرمایا اور انہیں کو اپنے سامنے اپنے مرض الموت شریف میں اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ”نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے) کہ نماز تو اسلام کا رکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے اس لئے ہم نے امور خلافت کی انجام دہی کے لئے بھی اسی پر رضامندی ظاہر کر دی جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تھا، اور اسی لئے ہم نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔“

اور فاروق اعظم تو فاروق اعظم ہیں مریض اللہ تعالیٰ عنہ۔ وہ فاروق جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ:

اللہم اعن الاسلام بعمر بن خطاب خاصۃً

الہی! اسلام کی خاص عمر بن خطاب کے اسلام سے عزتیں بڑھا۔

اس دُعا کے کریم کے باعث عمر فاروق اعظم کے ذریعہ سے جو جو عزتیں اسلام کو ملیں، جو جو بلائیں اسلام و مسلمین سے دفع ہوئیں مخالف مخالف موافق سب پر روشن و مبین، ولہذا سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لے جامع الترمذی الباب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲۰۷/۲

لے القرآن الحکم ۱۹/۹۲

لے الصواعق المحرقة الباب الاول الفصل الرابع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۴۳

لے سنن ابن ماجہ فضل عمر رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱

المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة دار الفکر بیروت ۸۳/۳

ما نزلنا عزةً ضد اسلمہ (بخاری)

وہ فاروق بن کعب کے حق میں خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :

”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عہد ہوتا۔ (رضی اللہ عنہ)

یعنی آپ کی فطرت اتنی کاملہ تھی کہ اگر دروازہ نبوت بند نہ ہوتا تو محض فضلِ الہی سے وہ نبی ہو سکتے تھے کہ اپنی ذات کے اعتبار سے نبوت کا کوئی مستحق نہیں)

وہ فاروق جن کے بارے میں ارشادِ محبوب رب العالمین موجود کہ :

”عمر کہیں ہو حق اس کی رفاقت میں رہے گا“۔

وہ فاروق جن کے لئے صحابہ کرام کا اجماع کہ ”عمر علم کے فوجتے لے گئے“ جبکہ ابوبکر صدیق صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

وہ فاروق کہ جس راہ سے وہ گزر جائیں شہسائیں کے دل دہل جائیں۔

وہ فاروق کرجب وہ اسلام لائے ملائے اعلیٰ کے فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تہنیت و مبارکبادیوں کی ڈالیاں نذرانے میں پیش کیں۔

وہ فاروق کہ ان کے روزِ اسلام سے اسلام ہمیشہ عزتیں اور سر بلندیاں ہی پاتا گیا، ان کا اسلام فتح تھا، اُن کی ہجرت نصرت، اور ان کی خلافت رحمت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔

اور جب ثابت ہو گیا کہ قُربِ الہی (معرفت و کثرتِ ثواب میں) شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مرتبہ

۱۰ صحیح البخاری کتاب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۲/۱

۲۰۹/۲

المستدرك للحاكم معرفة الصحابة دار الفكر بيروت ٨٣/٣

۵۴۴ و ۵۴۳/۱۱ مؤسسه الرساله بيروت

تاريخ الخلفاء ذكر عمر بن الخطاب فصل في اقوال الصحابة فيه دار ابن حمزوم بيروت ص ٩٨

۵۲۰/۱ قديمي ڪتب خانہ ڪراچي مناقب عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحیح البخاری

۵۴۴/۱۱

تفوق (زیادت و فوقیت) ہے تو ولایت (خاصہ جو کہ ایک قریب خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے یہ) بھی انھیں کی اعلیٰ ہوتی (اور ولایت شیخین، جلد اکابر اولیاء کی ولایت سے بالا)

(ہاں) مگر ایک درجہ قریب الہی جل جلالہ و رزقنا اللہ کا (ضروری الحافظ اور خصوصاً حضرات علماء و فضلاء اُمت کی توجہ کا مستحق ہے اور وہ یہ ہے کہ مرتبہ تکمیل پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جانب کمالات نبوت، حضرات شیخین کو قائم فرمایا اور جانب کمالات ولایت حضرت مولا علی مشکل کشا کو، توجہ اولیائے مابعد نے مولیٰ علی ہی کے گھر سے نعمت پائی، انھیں کے دست نگر تھے، انھیں کے دست نگر ہیں اور انھیں کے دست نگر رہیں گے۔

پر ظاہر ہے کہ سیر الی اللہ میں تو سب اولیاء برابر ہوتے ہیں اور وہاں لا نفرق بین احد من سلسلہ (ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے) کی طرح لا نفرق بین احد من اولیائہ (ہم اس کے دوستوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے)۔

کہا جاتا ہے (یعنی تمام اولیاء اللہ اصل طریق ولایت یعنی سیر الی اللہ میں برابر ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر سبقت و فضیلت کا قول باعتبار سیر فی اللہ کیا جاتا ہے کہ جب ساک عالم لاہوت پر پہنچا سیر و سلوک تمام ہوا، یعنی سیر الی اللہ سے فراغت کے بعد سیر فی اللہ ہوتی ہے اور اس کی نہایت وحد نہیں) جب (عالم لاہوت پر پہنچ کر) ماسوائے الہی انگلوں سے گر گیا اور مرتبہ فنا تک پہنچ کر آگے قدم بڑھا تو وہ سیر فی اللہ ہے اس کے لئے انتہا نہیں اور یہیں تفاوت قریب (بارگاہ الہی میں عزت و منزلت اور کثرت ثواب میں فرق) جلوہ گر ہوتا ہے، جس کی سیر فی اللہ زائد وہی خدا سے زیادہ نزدیک، پھر بعض بڑھتے چلے جاتے ہیں (اور جذب الہی انھیں اپنی جانب کھینچتا رہتا ہے) ان کی یہ سیر کبھی ختم نہیں ہوتی (اور بعض کو دعوت خلق (ورہنائی مخلوق الہی) کے لئے منزل ناموس عطا فرماتے ہیں (جسے عالم شہادت و عالم خلق و عالم جسمانی وغیرہ بھی کہتے ہیں، اور اس منزل میں تعلق مع اللہ کے ساتھ ان میں خلافت سے علاقہ پیدا کر دیا جاتا ہے اور وہ خلق خدا کی ہدایت کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں) ان سے طریقت فرق و بیعت کا رواج پاتا ہے اور سلسلہ طریقت جنبش میں آتا ہے، مگر یہ معنی اسے مستلزم نہیں (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا) ان کی سیر فی اللہ انگلوں سے بڑھ جاتے (اور یہ دعوت خلق و رہنائی مخلوق کے باعث

بارگاہ الہی میں ان سے سوا عزت و منزلت اور ثواب میں کثرت پاجائیں)

ہاں یہ ایک فضل جداگانہ ہے کہ انھیں ملا اور دوسروں کو عطا نہ ہوا تو یہ کیا؟ (اور اسی کی تخصیص کیسی؟) اس کے سوا صد باخصائص حضرت مولیٰ کو ایسے ملے کہ شیخین کو نہ ملے۔ مگر (بارگاہ الہی میں) قرب و رفعت درجات میں انھیں کو افزونی رہی (انھیں کو عزت ملی اور انھیں کے قدم پیش پیش رہے) ورنہ کیا وجہ؟ کہ ارشادات مذکورہ بالا میں انھیں ان سے افضل و بہتر کہا جاتا ہے (اور وہ بھی ملے الاطلاق کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر) اور ان (یعنی حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسبغی) کی افضلیت (اور ان کی ان حضرات پر تفضیل) کا ہر تاکید اکید (مؤکد و مؤکد) انکار کیا جاتا ہے حالانکہ ادنیٰ ولیٰ اعلیٰ ولیٰ سے افضل نہیں ہو سکتا ہے۔ آخر دیکھئے حضرت امیر (مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم) کے خلفائے کرام میں حضرت سبط اصغر (سیدنا امام حسین) و جناب خواجہ حسن بصری کو تنزل ناسوتی ملا اور حضرت سبط اکبر (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کوئی سلسلہ جاری نہ ہوا حالانکہ قرب و ولایت امام مجتبیٰ (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ولایت و قرب خواجہ (حسن بصری) سے بالیقین اتم و اعلیٰ (برتر و بالا) اور ظاہر احادیث سے سبط اصغر شہزادہ گلگوں قبا (شہید کرب و بلا) پر بھی ان کا فضل ثابت مرضی اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین۔

عقیدہ سابعہ ————— مشاہرات صحابہ کرام

حضرت مرتضوی (امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنہوں نے مشاہرات و منازعات کئے (اور اس حق مآب صاحب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے اور ان اختلافات کے باعث ان میں جو واقعات رونما ہوئے کہ ایک دوسرے کے مد مقابل آئے، مثلاً جنگ جمل میں حضرت طلحہ و زبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ بمقابلہ مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔

ہم اہلسنت ان میں حق، جانب جناب مولیٰ علی (مانتے) اور ان سب کو (مورد لغزش) بر غلط و خطا اور حضرت اسد اللہ کو بدرجہا ان سے اکمل و اعلیٰ جانتے ہیں مگر بایں ہمہ بطائفاً احادیث مذکورہ (کہ ان حضرات کے مناقب و فضائل میں مروی ہیں) زبان طعن و تشنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انھیں ان کے مراتب پر جو ان کے لئے شرع میں ثابت ہوئے رکھتے ہیں، کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے، اور ان کے مشاہرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں، اور ان کے اختلافات

کو ابو حنیفہ و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔ تو ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنیٰ صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ اُمّ المؤمنین صدیقہ (عائشہ طیبہ طاہرہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جناب رفیع (اور بارگاہِ وقیع) میں طعن کریں، عائشہ! یہ اللہ و رسول کی جناب میں گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تطہیر و بریت (پاکدہنی و عفت) اور منافقین کی بہتان تراشی سے برائت) میں آیات نازل فرمائے اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو وعیدیں عذاب الیم کی سنائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں اپنی سب ازواج مطہرات میں زیادہ چاہیں، جہاں منہ رکھ کر عائشہ صدیقہ پانی پئیں حضور اُسی جگہ اپنا لب اقدس رکھ کر وہیں سے پانی پئیں، یوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب ازواج (مطہرات، طہیات، طاہرات) دنیا و آخرت میں حضور ہی کی بیبیاں ہیں مگر عائشہ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ یہ حضور کی بی بی ہیں دنیا و آخرت میں۔ حضرت خیر النساء یعنی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم ہوا ہے کہ فاطمہ! تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو عائشہ سے بھی محبت رکھ کر میں اسے چاہتا ہوں۔ (چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا،

أُحِبُّ بَنِيَّ! السَّتِ تَحِبُّنَّ مَا أَحَبُّ؟ فَقَالَتْ بَلَىٰ. قَالَ فَاحْبَبِي هَذِهِ بَنِيَّ
 پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ عرض کیا، بالکل
 یہی درست ہے (جسے آپ چاہیں میں ضرور اُسے چاہوں گی)۔ فرمایا، تب تو بھی عائشہ
 سے محبت رکھا کر)

سوال ہوا سب آدمیوں میں حضور کو کون محبوب ہیں؟ جواب عطا ہوا، "عائشہؓ"

نوٹ، بریلی شریف سے شائع ہونے والے رسالہ میں مذکور کہ یہاں اصل میں بہت بیاض ہے درمیان میں کچھ ناقص سطور ہیں مناسبت مقام سے جو کچھ فہم قاصر میں آیا بنادیا ۱۲۔ اس فقیر نے ان اضافوں کو اصل عبارت سے ملا کر قوسین میں محدود کر دیا ہے تاکہ اصل و اضافہ میں امتیاز رہے اور ناظرین کو اس کا مطالعہ سہل ہو۔ اس میں غلطی ہو تو فقیر کی جانب منسوب کیا جائے۔ محمد غنیل عفی عنہ

لہ القرآن الکریم ۱۹/۲۴

- | | | |
|-------|---|-----------------------|
| ۲۸۵/۲ | صحیح مسلم کتاب الفضائل فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا | قدیمی کتب خانہ کراچی |
| ۵۱۷/۱ | صحیح البخاری ابواب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم | " " " |
| ۲۷۳/۲ | صحیح مسلم باب فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ | " " " |
| ۲۰۳/۴ | مسند احمد بن حنبل عن عمرو بن العاص | المکتب الاسلامی بیروت |

(وہ عائشہ صدیقہ بنت الصدیق، ام المومنین، جن کا محبوبہ رب العالمین ہونا آفتاب نیم روز سے روشن تر۔ وہ صدیقہ جن کی تصویر ہشتی حریر میں روح القدس خدمت اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر لائیں۔ وہ ام المومنین کہ جبریل امین بآں فضل مبین انھیں سلام کریں اور ان کے کاشانہ عزت و طہارت میں بے اذن لئے حاضر نہ ہو سکیں۔ وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں۔ وہ ام المومنین کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر سفر میں بے ان کے تشریف لے جائیں ان کی یاد میں "واسع وساء" فرمائیں۔ وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برادرت و پاکدامنی کی شہادت اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے۔ بتول مریم کی تطہیر و عفت مآبی روح اللہ کلّمہ اللہ فرمائیں، مگر ان کی برادرت، پاک طینتی، پاک دامنی و طہارت کی گواہی میں قرآن کریم کی آیات کو یہ نزول فرمائیں۔ وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ گوزے میں کس جگہ مبارک رکھ کر پانی پیا ہے مضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لب ہائے مبارک و خدا پسند وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہا وعلیٰ ایہا وبارک وسلم۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے اس پر بہتان اٹھائے یا اُسے بُرا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اُتر آئے گا اور مسلمانوں کی مائیں یوں بے قدر ہوں کہ کلہ پڑھ کر ان پر طعن کریں تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

اور زبیر و طلحہ ان سے بھی افضل کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ وہ (یعنی زبیر بن العوام) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھوپھی زاد بھائی اور حواری (جاں باز، معاون و مددگار) اور یہ (یعنی طلحہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے لئے سپر۔ وقت جاں نثاری (جیسے ایک جاں نثار نڈر سپاہی سر فروش محافظ)۔

رہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان کا درجہ ان سب کے بعد ہے۔ اور حضرت مولیٰ علی (مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسبی) کے مقام رفیع (مراتب بلند و بالا) و شان رفیع (عظمت و منزلت محکم و اعلا) تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن ہزاروں ہزار رہوار برق کردار (یہ کسادہ و فراخ قدم گھوڑے جیسے بجلی کا کوندا) صبار قنار (ہوا سے بات کر نیوالے، تیز رو،

لے مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۲۴۸/۶

تیز گام) تھک رہیں اور قطع (مسافت) نہ کر سکیں۔

مگر فضل صحبت (وشرف صحابیت و فضل و شرف سعادت خدائی دین ہے) جس سے مسلمان آپ کو بند نہیں کر سکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولیٰ علی کے مقابلے میں انھوں نے جو کچھ کیا بر بنائے نفسانیت تھا۔ صاحب ایمان مسلمان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی۔

ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگتی کہتے ہیں کہ ہم تو محمد اللہ سرکار اہلبیت (کرام) کے غلامان خانہ زاد ہیں (اور موروثی خدمت گار، خدمت گزار) ہمیں (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کیا رشتہ، خدا نخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری (اور امر حق میں ان کی حمایت و پاسداری) اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا (خصوصاً) الزام بدگوئیوں (اور دریدہ دہنوں، بد زبانوں کی تہمتوں) سے بری رکھنا منظور ہے کہ ہمارے شہزادہ اکبر حضرت سبط (اکبر حسن) مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب بشارت اپنے جد امجد سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اختتام مدت (خلافت راشدہ کہ منہاج نبوت پر تیس سال رہی اور سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ کے چھ ماہ مدت خلافت پر ختم ہوئی) عین معرکہ جنگ میں (ایک فوج جرار کی ہمراہی کے باوجود) ہتھیار رکھ دیے (بالقصد والاختیار) اور ملک (اور امور مسلمین کا انتظام و انصرام) امیر معاویہ کو سپرد کر دیا (اور ان کے ہاتھ پر بیعت اطاعت فرمائی) اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ العیاذ باللہ کافر یا فاسق تھے یا ظالم جائز تھے یا غاصب جائز تھے (ظلم و جور پر کمر بستہ) تو الزام امام حسن پر آتا ہے کہ انھوں نے کاروبار مسلمین و انتظام شرع و دین باختیار خود (بلا جبر و اکراہ بلا ضرورت شرعیہ) باوجود قدرت (ایسے شخص کو تفویض فرما دیا) اور اس کی تحویل میں دے دیا (اور خیر خواہی اسلام کو معاذ اللہ کام نہ فرمایا) (اس سے ہاتھ اٹھالیا) اگر مدت خلافت ختم ہو چکی تھی اور آپ (خود) بادشاہت منظور نہیں فرماتے (تھے) تو صحابہ حجاز میں کوئی اور قابلیت نظم و نسق دین نہ رکھتا تھا جو انھیں کو اختیار کیا (اور انھیں کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کر لی) حاشا للہ بلکہ یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ حضور نے اپنی پیش گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ بٹھرایا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے) صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا،

ان ابني هذا سيد لعل الله ان يصلحه به بين فئتين عظيمتين من المسلمين

صحیح البخاری کتاب الصلح باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن و مناقب الحسن الحسین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۷۳، ۳۷۴، ۵۳۰

”میرا یہ بیٹا سید ہے، سیادت کا علمبردار“ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عز و جل اس کے باعث دوہڑے
گروہ اسلام میں صلح کرا دے۔
آیہ کریمہ کا ارشاد ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ

اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لئے۔

”جو دنیا میں ان کے درمیان تھے اور طبیعتوں میں جو کہ ورت و کشیدگی تھی اسے رفتی و الفت سے بدل دیا
اور ان میں آپس میں نہ باقی رہی مگر مودت و محبت۔“

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ آپ نے فرمایا کہ ”ان شاء اللہ تعالیٰ میں اور عثمان اور
طلحہ و زبیر ان میں ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نَزَعْنَا الْاِثْمَ“۔

حضرت مولیٰ علی کے اس ارشاد کے بعد بھی ان پر الزام دینا عقل و غرور سے جنگ ہے مولیٰ علی سے
جنگ ہے، اور خدا و رسول سے جنگ ہے۔ والعیاذ باللہ۔

جب کہ تاریخ کے اوراق شاہ عادل ہیں کہ حضرت زبیر کو جو نہی اپنی غلطی کا احساس ہوا انہوں نے
فوراً جنگ سے کنارہ کشی کر لی۔

اور حضرت طلحہ کے متعلق بھی روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مددگار کے ذریعے حضرت مولیٰ
علی سے بیعت اطاعت کر لی تھی۔

اور تاریخ سے ان واقعات کو کون چھیل سکتا ہے کہ جنگ جمل ختم ہونے کے بعد حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ
نے حضرت عائشہ کے برادر معظم محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور دیکھیں کہ حضرت عائشہ کو خدا نخواستہ
کوئی زخم وغیرہ تو نہیں پہنچا۔ بلکہ بجماعت تمام خود بھی تشریف لے گئے اور پوچھا: ”آپ کا مزاج کیسا ہے؟“
انہوں نے جواب دیا: ”الحمد للہ اچھی ہوں۔“

مولیٰ علی نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے۔“

حضرت صدیقہ نے جواب دیا: ”اور تمھاری بھی۔“

پھر مقتولین کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر حضرت مولیٰ نے حضرت صدیقہ کی واپسی کا انتظام کیا
اور پورے اعزاء و اکرام کے ساتھ محمد بن ابی بکر کی نگرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جُھرمٹ میں ان کو

جانب حجاز رخصت کیا۔ خود حضرت علی نے دُور تک مشایعت کی، ہمراہ رہے۔ امام حسن میلوں تک ساتھ گئے۔ چلتے وقت حضرت صدیقہ نے مجمع میں اقرار فرمایا کہ: ”مجھ کو علی سے نہ کسی قسم کی کدورت پہلے تھی اور نہ اب ہے، ہاں ساس، داماد (یا دیور بھاوچ) میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے اس سے مجھے انکار نہیں۔“

حضرت علی نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: ”لوگو! حضرت عائشہ صبح کہہ رہی ہیں خدا کی قسم مجھ میں اور ان میں اس سے زیادہ اختلاف نہیں ہے، بہر حال خواہ کچھ ہو یہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں (اور ام المؤمنین)۔“

اللہ اللہ! ان یارانِ پیکرِ صدق و صفایں باہمی یہ رفیق و مودت اور عزت و اکرام، اور ایک دوسرے کے ساتھ یہ معاملہ تعظیم و احترام، اور ان عقل سے بیگانوں اور نادان دوستوں کی حمایت علی کا یہ عالم کہ ان پر لعن طعن کو اپنا مذہب اور اپنا شعار بنائیں اور ان سے کدورت و دشمنی کو مولیٰ علی سے محبت و عقیدت ٹھہرائیں، دلاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانانِ اہلسنت اپنا ایمان تازہ کر لیں اور سن رکھیں کہ اگر صحابہ کرام کے دلوں میں کھوٹ، نیتوں میں فتور اور معاملات میں فتنہ و فساد ہو تو رضی اللہ عنہم کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔

صحابہ کرام کے عند اللہ مرضی و پسندیدہ ہونے کے معنی یہی تو ہیں کہ وہ مولائے کریم ان کے ظاہر و باطن سے راضی، ان کی نیتوں اور مافی الضمیر سے خوش ہے، اور ان کے اخلاق و اعمال بارگاہِ عزت میں پسندیدہ ہیں۔ اسی لئے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبُ إِلَيْكُمْ الْإِيمَانِ وَنُيِّنَهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْآيَةُ۔

”یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے اور کفر اور حکمِ عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ہے۔“
اب جو کوئی اس کے خلاف کے اپنا ایمان خراب کرے اور اپنی عاقبت برباد۔ والعیاذ باللہ۔

عقیدہ شامنے ————— امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابتِ مطلقہ کو امامتِ کبریٰ اور اس منصبِ عظیم پر فائز

ہونے والے کو امام کہتے ہیں۔

امام المسلمین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام امور دینی و دنیوی میں حسب شرع تصرف عام کا اختیار رکھتا ہے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر مندرجہ ہوتی ہے۔

اس امام کے لئے مسلمان آزاد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہونا شرط ہے۔ ہاشمی علوی اور معصوم ہونا اس کی شرط نہیں۔ ان کا شرط کرنا روافض کا مذہب ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ برقی ائمہ کو منین خلفائے ثلاثہ ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلافت رسول سے جُدا کر دیں۔ حالانکہ ان کی خلافتوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کی خلافتیں تسلیم کیں اور علویت کی شرط نے تو مولیٰ علی کو بھی خلیفہ ہونے سے خارج کر دیا۔ مولا علی کیسے علوی ہو سکتے ہیں۔ رہی عصمت تو یہ انبیاء و ملائکہ کا خاصہ ہے امام کا معصوم ہونا روافض کا مذہب ہے۔ (بہارِ شریعت)

ہم مسلمانانِ اہلسنت و جماعت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (خلافت و) امامت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بالقطع التحقیق (قطعاً، یقیناً، تحقیقاً) حقدار شدہ ہے (ثابت و درست، رشد و ہدایت پر مبنی) نہ غاصبہ جائزہ (کہ غصب یا جور و جبر سے حاصل کی گئی) رحمتِ رافت (مہربانی و شفقت) حسنِ سیادت (بہتر ولایت و امارت) و لحاظِ مصلحت (تمام مصلحتوں سے ملحوظ) و حمایتِ ملت (شریعت کی حمایتوں سے معمور) و پناہ امت سے مزین (آراستہ و پیراستہ) اور عدل و داد (انصاف و برابری) و صدق و سداد (راستی و درستی) و رشد و ارشاد (راست روی و حق نمائی) و قطع فساد و قطع اہل ارتداد (مرتدین کی بیخ کنی) سے محلی (سنواری ہوئی) اول توہیات و نصریات (روشن و صریح ارشادات) سید الکائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات و التحیات اس بارے میں بہ کثرت دارد۔

دوسرے خلافت اس جناب تقویٰ مآب کی یا جمایع صحابہ واقع ہوئی۔ (اور آپ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تختِ خلافت پر جلو س فرمانا، فرامین و احکام جاری کرنا، مہانک اسلامیہ کا نظم و نسق سنبھالنا، اور تمام امور مملکت و رزم و بزم کی باگیں اپنے دستِ حق پرست میں لینا وہ تاریخی واقعہ مشہور و متواتر اظہر من الشمس ہے، جس سے دنیا میں موافق مخالف حتیٰ کہ نصاریٰ و یہود و مجوس و ہنود کسی کو انکار نہیں۔ اور ان مجتہد خدائے اہلِ اہلِ باطن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ابداً ابدائے شیعیان علیٰ

کو زیادہ عداوت کا مبنی یہی ہے کہ ان کے زعمِ باطل میں استحقاقِ خلافت حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسبغی میں منحصر تھا۔

جب حکم الہی خلافتِ راشدہ، اول ان تین سردارانِ مومنین کو پہنچی روافض نے انہیں معاذ اللہ مولیٰ علی کا حق چھیننے والا اور ان کی خلافت و امامت کو غاصبہ جائزہ ٹھہرایا۔
اتنا ہی نہیں بلکہ تفسیقِ شقیہ کی تہمت کی بدولت حضرت اسد اللہ غالب کو عیاذ باللہ سخت نامرد و بزدل و تارکِ حق و مطیعِ باطل ٹھہرایا۔

دوستی بے خرداں دشمنی ست
(بے عقلوں کی دوستی دشمنی ہوتی ہے)

(الغرض آپ کی امامت و خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے) اور باطل پر اجماع امت (خصوصاً اصحابِ حضرت رسالت علیہ علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ) ممکن نہیں (اور مان لیا جائے تو غصب و ظلم پر اتفاق سے عیاذ باللہ سب فساق ہوئے، اور یہی لوگ حاملانِ قرآنِ مبین و راویانِ دینِ متین ہیں، جو انہیں فاسق بتانے اپنے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک دوسرا سلسلہ پیدا کرے یا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسی طرح ان کے بعد خلافتِ فاروقی، پھر امامتِ ذی النورین، پھر علوہ فرمائی ابراہیم الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

عقیدہ تاسعہ — ضروریاتِ دین

نصوصِ قرآنیہ (اپنی مراد پر واضح آیاتِ فرقانیہ) و احادیثِ مشورہ متواترہ (شہرت اور تواتر سے مؤید) و اجماعِ امت مرحومہ مبارکہ (کہ یہ قصرِ شریعت کے اساسی ستون ہیں اور شبہات و تاویلات سے پاک، ان میں سے ہر دلیل قطعی، یقینی، واجب الاذعان و القبول، ان) سے جو کچھ دربارہٴ الہییت (ذات و صفاتِ باری تعالیٰ) و رسالت (و نبوتِ انبیاء و مرسلین، وحی رب العالمین) (و کتب سماوی، و ملائکہ و جن و بعث و حشر و نشر و قیامِ قیامت، قضا و قدر) و ماکان و مایکون (جملہ ضروریاتِ دین) ثابت (اور ان دلائلِ قطعیہ سے مدلل، ان پر ایمان واضح سے مبرہن) سب حق ہے اور ہم سب پر ایمان لازم ہے۔
جنت اور اس کے جائزہ احوال (کہ لا عینُ سرائت ولا اذن سمعت ولا خطر یبال احدًا وہ عظیم نعمتیں

صحیح البخاری کتاب التفسیر تحت آیت ۱۴/۳۲ قیدی کتب خانہ کراچی ۴۰۴/۲
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورة المسجدة امین کمپنی دہلی ۱۵۱/۲
سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب صفۃ الجنة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۱

وہ نعیم عظیمیں اور جان و دل کو مرغوب و مطلوب وہ لذتیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا، اور نہ کسی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا (دوزخ اور اس کے جاں گزرا حالات) (کہ وہ ہر تکلیف و اذیت جو ادراک کی جائے اور تصور میں لائی جائے، ایک ادنیٰ حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا، والیعا ذہاب اللہ) قبر کے نعیم و عذاب (کہ وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا) منکر نگیر سے سوال و جواب روز قیامت حساب و کتاب و وزن اعمال (جس کی حقیقت اللہ جانے اور اس کا رسول) و کوثر (کہ میدان حشر کا ایک حوض ہے اور جنت کا طویل و طریض چشمہ) و صراط (بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز، پشت جہنم پر ایک پل) و شفاعۃ عصاة اہل کبار (یعنی گناہگار اہل اُمت مرحومہ کہ کبرہ گناہوں میں موطر رہے ان کے لئے سوال بخشش) اور اس کے سبب اہل کبار کی نجات الی غیر ذلک من الواردات سب حق (ہے) اور سب ضروری القبول (جبر و قدر باطل) (اپنے آپ کو مجبور محض یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی) و لکن اصرار بیت اصریت (اختیار مطلق اور جبر محض کے بین بین راہ سلامتی اور اس میں زیادہ غور و فکر سبب ہلاکت، صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے، ماوشما کس گنتی میں) جو بات ہماری عقل میں نہیں آتی (اس میں خواہ مخواہ نہیں الجھتے اور اپنی اندھی اور اندھی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑاتے بلکہ) اس کو موکول بخدا کرتے (اللہ عز و جل کو سونپتے کہ واللہ اعلم بالصواب) اور اپنا نصیبہ امتابہ کل من عند ربنا بتا بتاتے ہیں (کہ سب کچھ حق کی جانب سے ہے سب حق ہے اور سب پر ہمارا ایمان)۔

مصطفیٰ اندر میاں آنکھ کہ می گوید بعقل آفتاب اندر جہاں آنکھ کہ می جوید سہا
(مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں تو اپنی عقل سے کون بات کرتا ہے
سورج دنیا میں جلوہ گر ہو تو چھوٹے سے ستارے کو کون ڈھونڈتا ہے۔ ت)

قال الرضا

عرش پر جا کے مرغ عقل تھک کے گرا، غش آگیا اور ابھی منزلوں پے، پہلا ہی آستان ہے
یا در کھنا چاہئے کہ وحی الہی کا نزول، کتب آسمانی کی تنزیل، جن و ملائکہ، قیامت و بعث، حشر و نشر،

۱۵ القرآن الکریم ۳/۷

۱۶

۱۷ حدائق بخشش

مکتبہ رضویہ کراچی

حصہ اول

ص ۹۷

حساب و کتاب، ثواب و عذاب اور جنت و دوزخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں اور جن پر مسلمانوں سے اب تک پچودہ سو سال کے کافہ مسلمین و مومنین دوسرے ضروریات دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آئے ہیں مسلمانوں میں مشہور ہیں۔

جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے اور ان لفظوں کا تو اقرار کرے مگر ان کے نئے معنی گھڑے مثلاً یوں کہے کہ جنت و دوزخ وحشر و نشر و ثواب و عذاب سے ایسے معنی مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے یعنی ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا۔ اور عذاب اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہیں۔ یا یہ کہ وہ روحانی لذتیں اور باطنی معنی ہیں وہ کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں۔

یونہی یہ کہنا بھی یقیناً کفر ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کے سامنے جو کلام، کلام الہی بت کر پیش کیا وہ ہرگز کلام الہی نہ تھا بلکہ وہ سب انہیں پیغمبروں کے دلوں کے خیالات تھے جو فوارے کے پانی کی طرح انہیں کے قلوب سے جوش مار کر نکلے اور پھر انہیں کے دلوں پر نازل ہو گئے۔ یونہی یہ کہنا کہ نہ دوزخ میں سانپ، بچھو اور زنجیریں ہیں اور نہ وہ عذاب جن کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے۔ نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جو کلفت روح کو ہوتی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلیٰ درجہ پر محسوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہے۔ یہ سب کفر قطعی ہے۔

یونہی یہ سمجھنا کہ جنت میں میوے ہیں نہ باغ، نہ محل ہیں نہ نہریں ہیں، نہ حُوریں ہیں، نہ غلمان ہیں، نہ جنت کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوتی تھی بس اسی روحانیت کا اعلیٰ درجہ پر حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے، یہ بھی قطعاً یقیناً کفر ہے۔

یونہی یہ کہنا کہ اللہ عز و جل نے قرآن عظیم میں جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے نہ ان کا کوئی اصل وجود ہے نہ ان کا موجود ہونا ممکن ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر ہر مخلوق میں جو مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی، پانی کی روانی، نباتات کی فرونی، بس انہیں قوتوں کا نام فرشتہ ہے، یہ بھی بالقطع و یقیناً کفر ہے۔

یونہی جن و شیاطین کے وجود کا انکار اور بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے، اور ایسے اقوال کے قائل یقیناً کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہیں۔

مانی ہوئی باتیں چار قسم ہوتی ہیں،

(۱) ضروریاتِ دین ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات واضعہ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہ کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(۲) ضروریاتِ مذہب اہل سنت و جماعت ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوعِ شبہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے اسی نے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ بد مذہب، بد دین کہلاتا ہے۔

(۳) ثنایاتِ محکمہ ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جبکہ اس کا مفاد اکبرائے ہو کہ جانبِ خلاف ان کو مطروح و مضحمل اور التفاتِ خاص کے ناقابلِ بنا دے۔ اس کے ثبوت کے لئے حدیثِ احاد، صحیح یا حسن کافی، اور قولِ سوادِ اعظم و جمہورِ علماء کا سندِ وافی، فان ید الله علی الجماعۃ (اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ ت) ان کا منکر وضوحِ امر کے بعد غلطی و آثمِ خطا کار و گناہگار قرار پاتا ہے، نہ بد دین و گمراہ نہ کافر و خارج از اسلام۔

(۴) ظنیاتِ محکمہ ان کے ثبوت کے لئے ایسی دلیل ظنی بھی کافی، جس نے جانبِ خلاف کیلئے بھی گنجائش رکھی ہو۔ ان کے منکر کو صرف محضی و قصور وار کہا جائے گا نہ گناہگار، چہ بایکہ گمراہ، چہ بایکہ کافر۔

ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرقِ مراتب نہ کرے، اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے وہ جاہلِ بیوقوف ہے یا متکارِ فیلسوف صر
ہر سخن وقتِ ہر نکتہ مقامِ دارد
(ہر بات کا کوئی وقت اور ہر نکتہ کا کوئی خاص مقام ہوتا ہے۔ ت)

اور صر

گرفرق مراتب نہ کنی زندیقی
(اگر تو مراتب کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے تو زندیقی ہے۔ ت)

اور بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں تھی کہ مرتبہ اعلیٰ اپنی ضروریات دین میں بھی۔

بہت باتیں ضروریات دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر منکر بالتصریح ان کا ذکر آیات و احادیث میں نہیں، مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا۔

قرآن عظیم میں اللہ عزوجل کے علم و احاطہ کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امتناع و امکان کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادۃ ہے، کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں۔

مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس کے امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ عاشر اللہ! ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر، تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح صریح، قرآن و حدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مڑ چڑاپن کرہیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے نری جہالت ہے یا صریح غفلت۔ مگر جنون و تعصب کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہئے "جان لو کہ یہ گمراہ ہے۔ اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے" سمجھ لو کہ یہ بد دین، دین خدا کا بد خواہ ہے۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو، اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو۔ اگر حدیث میں این و اُن نکالیں تم اکثر دین کا دامن پکڑو۔ اس درجے پر آ کر حق و باطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا سارا اخبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے وصل جائے گا اور اس وقت یہ ضلّ مضلّ ملائے بھاگتے نظر آئیں گے کا تھم حمز، مستنصرۃ فرت من قسورۃ ط (گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں)۔ (الصارم الربانی ملغصاً)

عقیدہ عاشرہ ————— شرعیّت و طریقت

شرعیّت و طریقت، دو راہیں متباہن نہیں دکراہیں دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے کے خلاف ہوں) بلکہ بے اتباع شرعیّت خدا تک وصول محال۔ شرعیّت تمام احکام جسم و جان و روح و قلب

وجہ علوم الہیہ و معارف ناقصہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے و لہذا
 باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام کے تمام حقائق کو شریعتِ مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہوں
 حق و قبول ہیں ورنہ مردود و مخذول (مطروود و نامقبول)۔

(تولیقاً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط و مدار ہے شریعت ہی محک و معیار ہے
 اور حق و باطل کے پرکھنے کی کسوٹی۔)

شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ۔ اور یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔

یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر صبر و استقامت کی
 دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ ”اهدنا الصراط المستقیم“ (ہم کو سیدھا راستہ چلا) ہم کو محمد
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ پر چلا، ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔

یہی طریقی، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو۔ تولیقاً طریقت بھی راہ ہی کا نام
 ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک جنت
 تک نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا۔

لَا جَزْمَ فَرُودٍ ہُوَا کہ طریقت یہی شریعت ہے اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے، اس کا اس سے جدا ہونا
 محال و ناممکن ہے۔ جو اسے شریعت سے جدا مانتا ہے اسے راہ خدا سے توڑ کر راہ ابلیس مانتا ہے
 مگر حاشا، طریقت حقہ راہ ابلیس نہیں قطعاً راہ خدا ہے (نہ بندہ کسی وقت کیسی ہی ریاضات و مجاہدات
 بجالائے) کیسی ہی ریاضتوں، مجاہدوں اور چلہ کشیوں میں وقت گزارا جائے اس رتبہ تک پہنچے کہ
 تکالیفِ شریعت (شریعت و مطہرہ کے فرائض و احکام امر و نہی) اس سے ساقط ہو جائیں اور اسے
 اس پر بے لگام و شتر بے زمام کر کے چھوڑ دیا جائے۔

(قرآن عظیم میں فرمایا،

اِنَّ مَعَ الْعِلْمِ صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ۔

بیشک اسی سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

لہ القرآن الکریم ۵/۱

۵۶/۱۱

اور فرمایا:

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ الْاِثْمَ.

شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کر کے فرماتا ہے، اور اے محبوب! تم فرماؤ کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ لگ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے۔

دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرما دیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس کا منہا اللہ ہے، اور جس سے وصولی الی اللہ ہے۔ اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا۔
طریقیت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہیوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو دیے جاتے ہیں، پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نازعیم و عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں۔ (مقال العرفان)

صوفی وہ ہے کہ اپنے ہوا (اپنی خواہشوں، اپنی مرادوں) کو تابع شرع کرے (بے اتباع شرع کسی خواہش پر نہ لگے) نہ وہ کہ ہوا (دہوس اور نفسانی خواہشوں) کی خاطر شرع سے دست بردار ہو (اور اتباع شریعت سے آزاد) شریعت غذا ہے اور طریقیت قوت، جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ ذوال پائے گی، شریعت آنکھ ہے اور طریقیت نظر (اور) آنکھ پھوٹ کر نظر (کا باقی رہنا) غیب مقصور (عقل سلیم قبول نہیں کرتی تو شریعت مظہرہ میں کب مقبول و معتبر) بعد از وصول (منزل) اگر اتباع شریعت سے بے پروائی ہوتی (اور احکام شرع کا اتباع لازم و ضرور نہ رہتا یا بندہ اس میں مختار ہوتا) تو ستیہ العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امام الواصلین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس کے ساتھ احق ہوتے (اور ترک بندگی و اتباع شرع کے باب میں سب سے مقدم و پیش رفت) نہیں (یہ بات نہیں اور ہرگز نہیں) بلکہ جس قدر قرب (حق) زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اور زیادہ سخت ہوتی جاتی ہیں (کہ) حسنات الابراہیمات المعصومینؑ (ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے لئے عیب ہوتی ہیں)

نزدیکوں را بیش بود حیرانی
(قریب والوں کو حیرت زیادہ ہوتی ہے)

۱۵ القرآن اکبریم ۱۵۲/۶

دارالکتب العلمیہ بیروت ۳۱۸/۱

حدیث ۱۱۳۵

۲۵ کشف المنار

جن کے رتبے ہیں سو ۱۰ ان کو سوا مشکل ہے

آخر نہ دیکھا کہ سید المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات، رات بھر عبادات و نوافل میں مشغول اور کبر امت کے لئے گریاں و ملول رہتے۔ نماز پنجگانہ تو حضور پر فرض تھی ہی نماز تہجد کا ادا کرنا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لازم بلکہ فرض قرار دیا گیا جب کہ امت کے لئے وہی سنت کی سنت ہے۔
حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ احکام شریعت تو وصول کا ذریعہ تھے اور ہم واصل ہو گئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت۔ فرمایا: وہ سچ کہتے ہیں، واصل ضرور ہوئے مگر کہاں تک؟ جہنم تک۔

چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض و واجبات تو بڑی چیز ہیں، جو نوافل و مستحبات مقرر کر دیے ہیں بے عذر شرعی ان میں کچھ کم نہ کروں؟
تو خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان قدم کی پیروی کرے وہ
خلافت پیمبر کے راہ گزیدہ کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید
(جس کسی نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا ہرگز منزل مقصود پر نہ پہنچے گا)

توہین شریعت کفر (اور علمائے دین کو سب و شتم، آخرت میں فضیلت و رسوائی کا موجب)
اور اس کے دائرہ سے خروج فسق (و نافرمانی) صوفی (تقویٰ شعار) صادق (عمل) عالم سستی صیح العقیدہ
پر خدا و رسول کے فرمان (واجب الاذعان کے مطابق) ہمیشہ یہ عقیدت رکھتا ہے کہ (یہاں اصل
میں بیاض ہے) (علمائے شرع مبین و ارشاد خاتم النبیین ہیں اور علوم شریعت کے نگہبان و علمبردار،
تو ان کی تعظیم و تکریم صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ہے اور اس پر دین کا مدار)
اور عالم متدین خدا طلب (خدا پرست، خدا ترس، خدا آگاہ) ہمیشہ صوفی سے (یہاں اصل میں
بیاض ہے) (بتواضع و انکسار پیش آئے گا کہ وہ حق آگاہ اور حق کی پناہ میں ہے) اور اسے اپنے سے
افضل و اعلیٰ جانے گا (کہ وہ دنیاوی آلائشوں سے پاک ہے) جو اعمال اس (صوفی صافی حق پرست و
حق آگاہ) کے اس کی نظر میں قانون تقویٰ سے باہر نظر آئیں گے (ان سے صرف نظر کر کے معاملہ عالم الغیب

والشهادة پر چھوڑے گا بمصدق : ۵

ایکہ جمالِ عیبِ خویش تید طعنہ بر عیبِ دیگران مکنید

(اے اپنے عیبوں کو اٹھانے والو! دوسروں کے عیب پر طعنہ زنی مت کرو)

اے اللہ! سب کو ہدایت اور اس پر ثبات و استقامت (ثابت قدمی) اور اپنے محبوبوں اور سچے

سچے عقیدوں پر جہانِ گزران سے اٹھا۔ آمین یا ارحم الراحمین!

اللهم لك الحمد واليك المنة وانت المستعان ط ولا حول ولا قوة الا بالله العلي

العظيم وصلى الله تعالى على الحبيب المصطفى وعلى آله الطيبين وصحبه الطاهرين اجمعين۔

رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفی والاول والاصحاب ختم ہوا